Spot CMYK#Waheed

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت
مفتی محمد یونس، مفتی محمد امجد، حکیم محمد فیضان، غفار الحق

فی شمارہ............25 روپے
سالانہ.........300 روپے

پبلشرز
محمد رضوان
سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط وکتابت کا پتہ
ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959
راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر
الحاج غلام علی فاروق
(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ "التبلیغ" حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہوجانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17
عقب پٹرول پمپ و چمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5780728

www.idaraghufran.org
Email: idaraghufran@yahoo.com

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ .... بجلی کی لوڈ شیڈنگ کب ختم ہوگی؟ .... مفتی محمد رضوان　۳

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط ۵۸، آیت نمبر۹۱،۹۲)... یہود کا حسد کی وجہ سے اسلام قبول کرنے سے انکار .... //　۵

درسِ حدیث .... زکاۃ وصدقہ کے فوائد وبرکات .... // //　۷

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

حضرت مولانا قاری سعید الرحمان صاحب رحمہ اللہ .... مفتی محمد رضوان　۱۵

تحقیق واجتہاد یا تحریف والحاد (قسط ۱) .... مفتی محمد امجد حسین　۲۲

ماہِ رجب: چوتھی نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات .... مولوی طارق محمود　۲۷

کافروں کے ساتھ دوستی اور ان کی طرف میلان .... اصلاحی خطاب: مفتی محمد رضوان　۳۱

نماز کے اندرونی فرائض (نماز کے احکام: قسط ۱۰) .... مفتی محمد امجد حسین　۳۸

صفائی اور نظافت کے آداب (قسط ۱) .... مفتی محمد رضوان　۴۲

کائنات میں تدبر اور اصلاحِ نفس (قسط ۴)... اصلاحی مجلس: حضرت مولانا ڈاکٹر حافظ تنویر احمد خان صاحب　۴۸

دینی موضوع عملی زندگی سے متعلق ہونا چاہئے (بسلسلہ: اصلاح العلماء والمدارس) ..... مفتی محمد رضوان　۵۲

علم کے مینار .... سرگذشت عہدِ گل (قسط ۲۲) .... مفتی محمد امجد حسین　۵۵

تذکرۂ اولیاء: .... ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان (قسط ۳) .... // //　۵۸

پیارے بچو! .... اتحاد میں ہی طاقت ہے .... ابو حافظ محمد فرحان خان　۶۲

بزمِ خواتین .... پردے کی اہمیت اور اس کے چند ضروری احکام (گیارہویں وآخری قسط) ... مفتی ابو شعیب　۶۵

آپ کے دینی مسائل کا حل .... زیورات کی زکاۃ اور اس کا نصاب .... ادارہ　۷۰

کیا آپ جانتے ہیں؟ .... سوالات وجوابات .... ترتیب: مفتی محمد یونس　۸۸

عبرت کدہ .... حضرت اسحاق علیہ السلام (دوسری وآخری قسط) .... ابو جویریہ　91

طب وصحت .... لیچی (CHINFRUIT) .... حکیم محمد فیضان　۹۵

اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب وروز .... مولانا محمد امجد حسین　۹۷

اخبارِ عالم .... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں .... ابرار حسین ستی　۹۸

Idara Ghufran

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

مفتی محمد رضوان

بجلی کی لوڈ شیڈنگ کب ختم ہوگی؟

موسمِ گرما کی آمد کے ساتھ ہی ملک میں بجلی کی غیر معمولی لوڈ شیڈنگ کا عمل شروع ہوگیا جس کے نتیجہ میں گرمی کی شدت کے باعث عوام میں بے چینی واضطراب کی لہر دوڑ ہوگئی۔

بعض مقامات پر غیر علانیہ لوڈ شیڈنگ سے کاروبارِ زندگی بھی بری طرح متاثر ہوا۔اور متعدد اداروں کی کارگزاری متاثر ہوئی، گذشتہ دو سالوں میں لوڈ شیڈنگ کی وجہ سے ملک کی بے شمار انڈسٹریاں بند اور ختم ہوچکی ہیں، اور ملک معاشی اعتبار سے بہت پیچھے چلا گیا ہے، ملک میں موجود بڑھتی ہوئی مہنگائی میں بجلی کی لوڈ شیڈنگ کا بڑا حصہ شامل ہے۔

موجودہ حکومت کی آمد کے بعد عوام کو توقع تھی کہ بجلی کی قلت اور لوڈ شیڈنگ پر قابو پالیا جائے گا، لیکن حکومت اس عوامی توقع پر پوری نہیں اتر سکی۔

البتہ حکمرانوں کی طرف سے آئندہ جلد ہی لوڈ شیڈنگ پر قابو پالینے کے دعووں کا تسلسل جاری ہے، جن میں سے بے شمار دعووں کی ڈیڈ لائن پوری ہوکر نسیاً منسیاً اور بھول بھلیوں کی نذر ہوچکی ہے، لیکن چونکہ زبانی دعووں کے ذریعہ سے امیدیں باندھ کر گرمی سے بلکتے ہوئے عوام کے ردِعمل میں کسی قدر کمی تو آ ہی جاتی ہے، اس لئے حکومت کی طرف سے طفل تسلیوں کو بروئے کار لانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی جاتی۔

افسوس کہ حکمرانوں کی طرف سے بجلی کی لوڈ شیڈنگ کے باعث ملک برق رفتاری کے ساتھ معاشی تنزلی کی طرف چلتا جارہا ہے، مگر حکومت نے اس کے خاتمہ کا خاطر خواہ بندوبست نہیں کیا، اور اس مسئلہ کو وہ اہمیت نہیں دی، جس کی ضرورت تھی۔

اگر بجلی کی لوڈ شیڈنگ کا موجودہ سلسلہ جاری رہا، تو آنے والے دنوں میں ملک کی معاشی واقتصادی صورتِ حال کیا ہوگی، اس کا تصور کرنا مشکل ہے۔

ان حالات میں ہم نیک نیتی کے ساتھ سمجھتے ہیں کہ اب بجلی کی پیداوار کو بڑھانے کے سنہرے دعوے کرنے کا وقت نہیں رہا، یہ کھیل کافی طویل وقت تک کھیلا جاچکا ہے، اب ضرورت ہے کہ بلند و بانگ دعووں کے بجائے بجلی کی لوڈ شیڈنگ کے خاتمہ کے لئے عملی اقدامات کئے جائیں۔

Idara Ghufran

اور دوسری طرف بجلی کی اضاعت اور چوری ہونے کے سلسلہ پر قابو پایا جائے جو عوام اس جرم میں مبتلا پائے جائیں اور جو عملہ اپنی جیب بھرنے کی خاطر اس جرم کے ارتکاب میں معاون و مددگار ثابت ہو اس کے خلاف سخت تادیبی کارروائی کی جائے۔

اور اسی کے ساتھ ذرائع ابلاغ کے ذریعہ سے عوام میں بجلی کے کم از کم ،یعنی بوقتِ ضرورت اور بقدرِ ضرورت استعمال کرنے کا شعور پیدا کیا جائے ،اور غیر ضرورت لائٹنگ کرنے کے خلاف قانون سازی کی جائے۔

ہمیں افسوس ہے کہ ہمارا میڈیا اپنی ذمہ داریوں کو سمجھ کر ملک کی تعمیر و ترقی کے سلسلہ میں اپنا کردار ادا کرنے سے قاصر ہے، اور اس کے بجائے فضول اور عوام میں فحاشی و بے راہ روی اور مایوسی و نفرت پیدا کرنے اور ترقی دینے والے پروگراموں کو نشر کرنے میں سرگرم عمل ہے اور ظاہر ہے عوام میں نفرت و مایوسی اور بے راہ روی و فحاشی پیدا کرنے والی نشریات پر زور رکھنے کو کبھی بھی ملک و ملت کی صحیح خدمت قرار نہیں دیا جا سکتا۔

تعجب خیز بات یہ ہے کہ ایک طویل لوڈ شیڈنگ کے تباہ کن اثرات سے دوچار ہونے کے باوجود بھی بجلی کے فضول استعمال وضیاع سے پرہیز واجتناب کرنے کا قومی سطح پر صحیح شعور پیدا نہیں ہو سکا، اس سے بڑھ کر بے حسی اور اجتماعی دیوالیہ پن کیا ہوگا۔

ہم سمجھتے ہیں کہ حکمران و عوام اپنی اپنی ذمہ داریوں کو عملی جامہ پہنانے میں مشغول ہو جائیں تو ملک طویل لوڈ شیڈنگ کی اندھیر نگری سے نکل سکتا ہے، ورنہ ملک کا اللہ ہی حافظ ہے۔

اہلیانِ وطن کو اپنے اپنے طور پر یہ احساس ذمہ داری اور شعور اپنے اندر پیدا کرنے کی ضرورت ہے، کہ قومی وسائل قدرت کا انمول تحفہ ہیں، اور جہاں ایک طرف یہ ایک بے بہا نعمت ہیں، تو ساتھ ساتھ یہ قدرت کی اور ملک و قوم کی امانت بھی ہیں، ہم ان وسائل کو بقدرِ ضرورت بوقتِ ضرورت کفایت شعاری کے جذبے کے ساتھ برتیں، اور یہ طرزِ عمل ان نعمتوں کی عملی و حقیقی شکر گزاری بھی ہے، شکر سے نعمت میں برکت اور ترقی ہوتی ہے، اور ناشکری و ناقدری سے قدرت اپنی نعمتیں اٹھالیتی ہے، اور طرح طرح کی بے برکتیاں اور پریشانیاں ظاہر ہوتی ہیں، آخر ہم مسلمان قوم ہیں، ان ایمانی واخلاقی حقائق پر ہمارا ایمان ہے، پھر کیوں ہم عملی زندگی میں مسلمانی کے تقاضوں کا ثبوت نہیں دیتے، اگر ایمانی نظر سے دیکھیں تو بجلی وغیرہ کی قلت و بے برکتی اور مہنگائی کے اسباب میں ہمارا یہ ناشکری اور نعمتوں کے بے تحاشا ضیاع والا طرزِ عمل بھی ایک اہم سبب ہے، تو کیا ہم اس ملی واجتماعی جرم سے باز آئیں گے؟

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط۵۸، آیت نمبر۹۱،۹۲) مفتی محمد رضوان

یہود کا حسد کی وجہ سے اسلام قبول کرنے سے انکار

وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ اٰمِنُوۡا بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ قَالُوۡا نُؤۡمِنُ بِمَآ اُنۡزِلَ عَلَيۡنَا وَيَكۡفُرُوۡنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ۚ وَهُوَ الۡحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمۡ . قُلۡ فَلِمَ تَقۡتُلُوۡنَ اَنۡۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنۡ قَبۡلُ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ (۹۱) وَلَقَدۡ جَآءَكُمۡ مُّوۡسٰى بِالۡبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذۡتُمُ الۡعِجۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ وَاَنۡتُمۡ ظٰلِمُوۡنَ (۹۲)

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم ایمان لاؤ ان تمام کتابوں پر جو اللہ نے نازل فرمائی ہیں، تو کہتے ہیں کہ ہم تو ایمان لائیں گے اس (ہی) کتاب پر جو ہم پر نازل کی گئی ہے، اور اس کے علاوہ باقی کا یہ لوگ انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ (دوسری) کتابیں بھی حق ہیں اور ان کے پاس موجود کتاب (یعنی توراۃ) کی تصدیق کرنے والی ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ پھر تم اس سے پہلے اللہ کے نبیوں کو کیوں قتل کیا کرتے تھے، اگر تم (توراۃ پر) ایمان رکھنے والے تھے اور موسیٰ تمہارے پاس صاف صاف دلیلیں (اور احکام) لائے تھے، پھر بھی تم نے موسیٰ کے کوہِ طور پر جانے کے بعد بچھڑے کو (معبود) بنا لیا تھا، اور تم ظالم تھے (ترجمہ ختم)

تفسیر وتشریح

جب یہودیوں سے کہا جاتا کہ تم قرآن مجید پر ایمان لاؤ، کیونکہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتاب ہے، جس طرح سے تورات اللہ کی کتاب ہے، تو وہ جواب میں کہتے کہ ہم تو صرف اس کتاب پر ایمان لائیں گے جو ہم پر نازل کی گئی ہے، اور وہ تورات ہے، یہودیوں کا یہ بات کہنا صاف طور پر کفر تھا، کیونکہ جس طرح تورات پر ایمان لانا ضروری تھا، اسی طرح اس کے بعد نازل کی جانے والی کتاب انجیل پر اور اس کے بعد قرآن مجید پر بھی ایمان لانا ضروری تھا، مگر چونکہ یہودیوں کو دوسروں سے حسد تھا اس لئے وہ تورات کے علاوہ دوسری کتاب پر ایمان نہیں لائے۔

اور ان کے اس جواب سے بھی وہ حسد ظاہر ہوتا ہے، کہ انہوں نے کہا کہ جو کتاب ہم پر نازل کی گئی ہم تو اس پر ایمان لائیں گے، جس کا مطلب صاف ہے کہ انجیل اور قرآن مجید چونکہ ہم پر نازل نہیں کی گئیں،

اس لئے ہم ان پر ایمان نہیں لائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی اس بات کو مختلف طریقوں سے رد فرمایا ایک اس طرح سے کہ جب تورات کی طرح دوسری کتابیں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی ہیں اور ان کے اللہ تعالیٰ کی کتابیں ہونے میں بھی کوئی شک نہیں ہے تو پھر اس تقسیم کے کیا معنیٰ کہ ایک کتاب پر تو ایمان لائیں اور باقی کا انکار کردیں۔

اگر تورات کے علاوہ دوسری کتابوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی کتابیں نہ ہونے کی کوئی دلیل تھی تو اس کو پیش کرتے، بلا دلیل انکار کرنے کا کیا مطلب ہے؟

دوسرے اس طرح سے رد فرمایا کہ تورات کے بعد کی کتابیں تو خود تورات کے اللہ کی کتاب ہونے کی تصدیق کرتی ہیں تو ان کے انکار کرنے سے تو تورات کا بھی انکار لازم آتا ہے۔

تیسرے اس طرح سے رد فرمایا کہ انبیائے کرام علیہم السلام کا قتل کرنا تو تمام آسمانی کتابوں کی رو سے کفر ہے تو پھر یہودیوں نے جو کئی ایسے نبیوں کو قتل کیا کہ جن کی تعلیم و ہدایت تورات ہی کے مطابق تھی اور وہ تورات ہی کے ذریعہ سے ہدایت کا کام کیا کرتے تھے اور یہودی ان قاتلین کو اپنا پیشوا اور رہبر سمجھتے تھے تو اس سے یہود کے تورات پر ایمان ہونے کا دعویٰ بھی غلط ٹھہرتا ہے کہ اگر یہود کا تورات پر ایمان ہوتا تو وہ ان نبیوں کو کیوں قتل کرتے یا ان قتل کرنے والوں کو اپنا رہبر کیوں مانتے۔

چوتھے اس طرح سے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر گئے اور ان کے اللہ کے نبی ہونے پر دلائل قائم ہو چکے تھے مثلاً عصائے موسیٰ اور دریا کے پھٹنے وغیرہ کی شکل میں معجزات آچکے تھے۔

تو یہود نے ایک بچھڑے کی پُوجا پاٹ شروع کردی تھی، جو کہ صاف شرک تھی اور ایک طرح سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا انکار تھا، اس وقت یہود کا ایمان کہاں چلا گیا تھا، اور اب بڑے دھڑلے سے اپنے مومن اور موحد ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہود کا ایمان تو پہلے بھی درست نہ تھا اور نہ اب درست ہے۔

اور ان کے تورات یا موسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھنے کا دعویٰ بھی ادھورا اور ناقص بلکہ غلط ہے (معارفین بتغیر)

ہندوستان میں جو ہندو گائے کو اپنی ماتا مان کر اس کی پوجا کرتے ہیں، اس کے بارے میں بعض حضرات نے فرمایا کہ اس کا تعلق بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں بنی اسرائیل کے بچھڑے کو پوجنے سے ملتا ہے (معارف القرآن ادریسی بتغیر)

درسِ حدیث　　مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

زکاۃ وصدقہ کے فوائد وبرکات

زکاۃ وصدقات کے بے شمار دنیاوی واخروی فوائد وبرکات ہیں، جن میں سے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔

زکاۃ وصدقہ پاکی کا ذریعہ ہے

زکاۃ کے معنی پاک کرنے کے آتے ہیں، اور صدقہ کے معنی سچائی کے آتے ہیں۔

جب بندہ مال میں مشغول ہوتا ہے، تو اس کا دل مال کی طرف مائل ہوجاتا ہے، اسی دل کے مائل ہونے کی وجہ سے مال کو مال کہا جاتا ہے، اور مال کے ساتھ دل کے مشغول ہونے کی وجہ سے انسان کئی روحانی واخلاقی بیماریوں اور گناہوں میں مبتلا ہوجاتا ہے، مثلاً مال کی بے جا محبت وحرص۔

تو ان گناہوں سے حفاظت اور پاکی کے لئے زکاۃ وصدقات کو مقرر کیا گیا ہے، اور صدقہ کا نام صدقہ اس لئے رکھا گیا کہ اس کے ذریعہ سے بندہ کی اللہ تعالیٰ سے محبت وتعلق کی صداقت وسچائی ظاہر ہوتی ہے۔

بلکہ زکاۃ وصدقہ کے ذریعہ سے جسمانی بیماریوں کا بھی علاج ہوتا ہے، جس کی احادیث میں تعلیم دی گئی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ زکاۃ وصدقات روحانی وجسمانی دونوں قسم کی بیماریوں سے حفاظت کا ذریعہ ہیں

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا(سورة توبه آيت نمبر۱۰۳)

ترجمہ: آپ ان کے مالوں میں صدقہ حاصل کیجئے! جس کے ذریعہ سے آپ ان کو پاک صاف کردیں گے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ زکاۃ وصدقہ کے ذریعہ سے انسان گناہوں سے اور مال کی حرص ومحبت سے، پیدا ہونے والی اخلاقی بیماریوں سے پاک وصاف ہوجاتا ہے (کذافی معارف القرآن ج۴ص۴۵۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَتَى رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ

Idara Ghufran

إِنِّی ذُو مَالٍ كَثِيرٍ وَذُو أَهْلٍ وَوَلَدٍ وَحَاضِرَةٍ فَأَخْبِرْنِی كَيْفَ أُنْفِقُ وَكَيْفَ أَصْنَعُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُخْرِجُ الزَّكَاةَ مِنْ مَالِكَ فَإِنَّهَا طُهْرَةٌ تُطَهِّرُكَ وَتَصِلُ أَقْرِبَاءَكَ وَتَعْرِفُ حَقَّ السَّائِلِ وَالْجَارِ وَالْمِسْكِينِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَقْلِلْ لِی قَالَ فَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا (مسند احمد، حدیث نمبر ۱۱۹۴۵ واللفظ له، مستدرک حاکم، حدیث نمبر ۳۳۷۴)

ترجمہ: بنی تمیم قبیلے کا ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا، اور اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسول، میرے پاس بہت مال ہے، اور میرے اہل وعیال اور افراد بھی بہت ہیں، تو مجھے یہ بتلائیں کہ میں کس طرح خرچ کروں اور کس طرح عمل کروں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آپ اپنے مال کی زکاۃ نکالیں کیونکہ وہ پاکی کا ذریعہ ہے، وہ آپ کو (گناہوں سے) پاک کردے گی، اور اپنے قریبی رشتہ دار کے ساتھ صلہ رحمی کریں اور سوال کرنے والے اور پڑوسی اور غریب کو پہچانئے، تو اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میرے لئے کچھ کم کردیجئے تو رسول اللہ ﷺ نے (یہ آیت) پڑھی:

فَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا (جس کا ترجمہ یہ ہے، کہ رشتہ دار اور مسکین کو اور مسافر کو اس کا حق ادا کیجئے، اور فضول خرچی نہ کیجئے (ترجمہ ختم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زکاۃ انسان کے گناہوں کی پاکیزگی کا ذریعہ ہے۔

اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ہی ایک روایت میں ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحَسَدُ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ وَالصَّدَقَةُ تُطْفِءُ الْخَطِيئَةَ كَمَا يُطْفِءُ الْمَاءُ النَّارَ وَالصَّلَاةُ نُورُ الْمُؤْمِنِ وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ مِنَ النَّارِ (ابن ماجة حديث نمبر ۴۲۰۰)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھالیتا ہے، جس طرح آگ لکڑی

---

[1] قال الحاكم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ. وقال الذهبی فی التلخیص: علی شرط البخاری ومسلم (حواله بالا)

کو کھا لیتی ہے، اور صدقہ گناہوں کو اس طرح بجھا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے، اور نماز مؤمن کا نور ہے، اور روزہ (جہنّم کی) آگ سے بچانے کے لیے ڈھال (کی طرح) ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت کعب بن عجرہ کو فرمایا

وَالصَّدَقَةُ تُطفِءُ الْخَطِيئَةَ كَمَا يُطفِءُ الْمَاءُ النَّار (مسند احمد، حديث نمبر ١٤٧٤٦ و مسند ابى يعلى موصلى حديث نمبر ١٩٥٠، ابن حبان حديث نمبر ١٧٢٣) [۱]

ترجمہ: اور صدقہ گناہوں کو اس طرح بجھا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

وَالصَّدَقَةُ تُطفِءُ الْخَطِيئَةَ كَمَا يُطفِءُ الْمَاءُ النَّار (ترمذى، بَاب مَا جَاءَ فِي حُرْمَةِ الصَّلَاةِ، ابن ماجه، و مسند احمد)

ترجمہ: اور صدقہ گناہوں کو اس طرح بجھا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے (ترجمہ ختم)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ زکاۃ و صدقہ سے انسان کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

زکاۃ سے مال کی حفاظت اور صدقہ سے بیماریوں کا علاج ہوتا ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: حَصِّنُوا أَمْوَالَكُمْ بِالزَّكَاةِ، وَدَاوُوا مَرْضَاكُمْ بِالصَّدَقَةِ، وَأَعِدُّوا لِلْبَلاءِ الدُّعَاءَ (المعجم الكبير حديث نمبر ١٠٠٤٤)

---

[۱] قال الهيثمي:

. "رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالْبَزَّارُ وَزَادَ " :لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنْ سُحْتٍ ، النَّارُ أَوْلَى بِهِ ." وَرِجَالُهُمَا رِجَالُ الصَّحِيحِ .(مَجْمَعُ الزَّوَائِدِ، بَابٌ فِيمَنْ يُصَدِّقُ الْأُمَرَاءَ بِكَذِبِهِمْ وَيُعِينُهُمْ عَلَى ظُلْمِهِمْ)

وقال فى موضع

. "رَوَاهُ أَبُو يَعْلَى ، وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ غَيْرَ إِسْحَاقِ بْنِ أَبِي إِسْرَائِيلَ ، وَهُوَ ثِقَةٌ مَأْمُونٌ .(مجمع الزوائد)

Idara Ghufran

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے مالوں کو زکاۃ کے ذریعہ سے محفوظ کرو، اور اپنے بیماروں کا صدقہ کے ذریعہ سے علاج کرو، اور بلاؤں کو دور کرنے کے لئے دعا سے تیاری کرو(ترجمہ ختم)

اورحضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :حَصِّنُوا أَمْوَالَكُمْ بالزَّكاةِ، وَدَاوُوا مَرْضَاكُمْ بِالصَّدَقَةِ، وَاسْتَقْبِلُوا أَمْوَاجَ الْبَلاءِ بِالدُّعَاءِ "(شعب الإيمان حديث نمبر ۳۲۷۹)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے مالوں کو زکاۃ کے ذریعہ سے محفوظ کرو، اور اپنے بیماروں کا صدقہ کے ذریعہ سے علاج کرو، اور بلاؤں کی موجوں کا دعا کے ذریعہ سے سامنا کرو(ترجمہ ختم)

اورحضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے مرسلاً روایت ہے کہ:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : حصنوا أموالكم بالزكاة ، وداووا مرضاكم بالصدقة ، واستقبلوا أمواج البلاء بالدعاء والتضرع (مراسيل ابى داؤد حديث نمبر ۱۰۱)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے مالوں کو زکاۃ کے ذریعہ سے محفوظ کرو، اور اپنے بیماروں کا صدقہ کے ذریعہ سے علاج کرو، اور بلاؤں کی موجوں کا دعا اورتضرع کے ذریعہ سے سامنا کرو(ترجمہ ختم)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أتى رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو قاعد فى الحطيم بمكة ، فقيل :يا رسول الله أتى على مال فلان نسيف البحر فذهب به فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم :ما تلف مال فى بحر ولا بر إلا بمنع الزكاة فحرزوا أموالكم بالزكاة ، وداووا مرضاكم بالصدقة ، وادفعوا عنكم طوارق البلاء بالدعاء ، فإن الدعاء ينفع مما نزل ومما لم ينزل ، ما نزل يكشفه وما لم

ینزل یحبسه (مسند الشامیین للطبرانی حدیث نمبر ۱۶ ،الدعاء للطبرانی حدیث نمبر ۳۰)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ مکۃ المکرّمہ میں حطیم (مبارک) میں تشریف فرما تھے، تو رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا کہ اے اللہ کے رسول فلاں شخص کے مال پر سمندر کی موجیں ٹکرائیں، اور وہ مال سمندر میں غرق ہوگیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو مال بھی سمندر اور خشکی میں تلف وضائع ہوتا ہے، تو وہ زکاۃ نہ دینے کی وجہ سے ضائع ہوتا ہے، لہٰذا تم اپنے مالوں کی زکاۃ کے ذریعہ سے حفاظت کرو، اور اپنے مریضوں کی صدقہ کے ذریعہ دوا کرو، اور اپنے اوپر سے بلاء اور مصائب کے راستوں کو دعا کے ذریعہ سے دُور کرو، کیونکہ بلاشبہ دعا نازل شدہ بلاء کے لئے بھی نفع بخش ہوتی ہے، اور جو بلاء نازل نہیں ہوئی، اس کے لئے بھی نفع بخش ہوتی ہے، جو بلاء نازل ہوگئی، اسے دور کرنے کا، اور جو نازل نہیں ہوئی اسے روکنے کا ذریعہ ہوتی ہے (ترجمہ ختم)

فائدہ: اگرچہ ان میں سے بعض روایات کی سند میں کچھ ضعف پایا جاتا ہے۔

لیکن ان سب روایتوں کے مجموعہ سے (جو مختلف سندوں سے مروی ہیں) ان میں قوت پیدا ہوجاتی ہے۔

پس ان روایات کے مجموعہ سے معلوم ہوا کہ زکاۃ کی صحیح صحیح ادائیگی سے مال مختلف فتنوں سے محفوظ ہوجاتا ہے، اور اس سے قطع نظر دنیا میں بھی بار بار اس کا مشاہدہ کیا جاتا رہتا ہے، کہ جو لوگ اپنے مال کی صحیح صحیح زکاۃ کی ادائیگی کا اہتمام کرتے ہیں، ان کا مال ایسے حادثات کے موقعوں پر بالکل سلامت رہتا ہے، جبکہ بظاہر اس کے سلامت رہنے کا کوئی امکان نظر نہیں آتا۔

اور ان میں سے اکثر روایات میں مال محفوظ کرنے کو ''حَصِّنُوا'' کے الفاظ سے بیان فرمایا گیا ہے، جس کے لغت میں معنیٰ قلعہ بنالینے کے آتے ہیں، اور قلعہ میں موجود انسان ہر طرف سے دشمنوں سے محفوظ ہوجاتا ہے، اسی طرح سے زکاۃ کی ادائیگی سے بھی مال گویا کہ قلعہ میں موجود انسان کی طرح ہر طرف سے فتنوں سے محفوظ ہوجاتا ہے۔

زکاۃ وصدقہ سے مال میں کمی نہیں آتی

حضرت ابوکبشہ انماری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرمارہے تھے:

ثَلاثَةٌ أُقْسِمُ عَلَيْهِنَّ وَأُحَدِّثُكُمْ حَدِيثًا فَاحْفَظُوهُ قَالَ مَا نَقَصَ مَالُ عَبْدٍ مِنْ صَدَقَةٍ وَلَا ظُلِمَ عَبْدٌ مَظْلَمَةً فَصَبَرَ عَلَيْهَا إِلَّا زَادَهُ اللَّهُ عِزًّا وَلَا فَتَحَ عَبْدٌ بَابَ

مَسْأَلَةٍ إِلَّا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ بَابَ فَقْرٍ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا وَأُحَدِّثُكُمْ حَدِيثًا فَاحْفَظُوهُ قَالَ إِنَّمَا الدُّنْيَا لِأَرْبَعَةِ نَفَرٍ عَبْدٍ رَزَقَهُ اللَّهُ مَالًا وَعِلْمًا فَهُوَ يَتَّقِي فِيهِ رَبَّهُ وَيَصِلُ فِيهِ رَحِمَهُ وَيَعْلَمُ لِلَّهِ فِيهِ حَقًّا فَهَذَا بِأَفْضَلِ الْمَنَازِلِ وَعَبْدٍ رَزَقَهُ اللَّهُ عِلْمًا وَلَمْ يَرْزُقْهُ مَالًا فَهُوَ صَادِقُ النِّيَّةِ يَقُولُ لَوْ أَنَّ لِي مَالًا لَعَمِلْتُ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَهُوَ بِنِيَّتِهِ فَأَجْرُهُمَا سَوَاءٌ وَعَبْدٍ رَزَقَهُ اللَّهُ مَالًا وَلَمْ يَرْزُقْهُ عِلْمًا فَهُوَ يَخْبِطُ فِي مَالِهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ لَا يَتَّقِي فِيهِ رَبَّهُ وَلَا يَصِلُ فِيهِ رَحِمَهُ وَلَا يَعْلَمُ لِلَّهِ فِيهِ حَقًّا فَهَذَا بِأَخْبَثِ الْمَنَازِلِ وَعَبْدٍ لَمْ يَرْزُقْهُ اللَّهُ مَالًا وَلَا عِلْمًا فَهُوَ يَقُولُ لَوْ أَنَّ لِي مَالًا لَعَمِلْتُ فِيهِ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَهُوَ بِنِيَّتِهِ فَوِزْرُهُمَا سَوَاءٌ (ترمذی، کتاب الزهد عن رسول الله ﷺ، باب ما جاء مثل الدنیا مثل أربعة نفر، واللفظ لهٗ، مسند احمد حدیث نمبر ۱۷۳۳۹) [1]

ترجمہ: تین چیزوں پر میں قسم اٹھاتا ہوں، اور تمہیں ایک اہم بات بتلاتا ہوں، سوتم اسے یاد رکھنا، فرمایا کہ کسی بندے کا مال صدقہ (وزکاۃ) سے کم نہیں ہوتا، جس بندے پر بھی کوئی ظلم کیا جاتا ہے، اور وہ اس پر صبر کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کی عزت میں اضافہ فرماتے ہیں، اور جو بندہ بھی سوال کا راستہ کھولتا ہے (یعنی دوسرے سے مانگنا شروع کر دیتا ہے) تو اللہ تعالیٰ اس پر فقر اور تنگ دستی کا دروازہ کھول دیتے ہیں، یا نبی علیہ السلام نے اسی طرح کا کوئی جملہ فرمایا۔ اور میں تمہیں ایک اور اہم بات بتلاتا ہوں، سوتم اسے یاد رکھنا، فرمایا کہ دنیا تو چار قسم کے افراد کے لئے ہے، ایک اس بندے کے لئے جس کو اللہ تعالیٰ نے مال اور علمِ دین دونوں کی نعمت عطا فرمائی، تو وہ اس معاملہ میں اپنے رب سے ڈرتا ہے (کہ اس مال کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں خرچ نہیں کرتا؛ اور علمِ دین سے بھی فائدہ اٹھاتا ہے) اور اس علم و مال کی روشنی میں رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرتا ہے، اور اس میں اللہ تعالیٰ کے حق کو سمجھتا ہے (مثلاً مال کو اللہ تعالیٰ کے لئے وقف کرتا ہے، اور دینی علم سے دوسروں کو تبلیغ؛ تدریس؛ اور افتاء وغیرہ کے ذریعہ سے فائدہ پہنچاتا ہے) تو یہ شخص درجات میں چاروں سے افضل ہے۔ اور دوسرے اس بندے کے لئے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے علم کی نعمت تو عطا فرمائی، لیکن مال عطا نہیں فرمایا، لیکن وہ نیت کا سچا ہے، اور کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں فلاں آدمی کی طرح عمل کرتا

---

[1] قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ (حوالہ بالا)

(جو کہ رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرتا ہے، اور اس میں اللہ تعالیٰ کے حق کو سمجھ کر عمل کرتا ہے) تو یہ اپنی نیت کے مطابق صلہ پاتا ہے، اور پہلے اور اس آدمی کا ثواب برابر ہے۔ اور تیسرے اس بندے کے لئے ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مال کی نعمت عطا فرمائی، لیکن علم کی نعمت عطا نہیں فرمائی، تو وہ علم کے بغیر اپنے مال کو اپنی شہوت کے مطابق خرچ کرتا ہے؛ اور اس معاملہ میں اپنے رب سے نہیں ڈرتا؛ اور نہ ہی اس مال سے صلہ رحمی کرتا ہے؛ اور نہ ہی اس مال میں اللہ تعالیٰ کے حق کو سمجھتا ہے، تو یہ درجات میں سب سے بدتر بندہ ہے۔

اور چوتھے اس بندے کے لئے ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے نہ تو مال کی نعمت عطا فرمائی؛ اور نہ علم کی، تو وہ یہ کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں بھی اس مال کے سلسلہ میں فلاں بندے کی طرح عمل کرتا (جو کہ مال کو علم کے بغیر اپنی شہوت کے مطابق خرچ کرتا ہے، اور اپنے رب سے نہیں ڈرتا اور نہ ہی صلہ رحمی کرتا ہے، اور نہ ہی مال میں اللہ تعالیٰ کے حق کو سمجھتا ہے) تو یہ بندہ اپنی نیت کے مطابق صلہ پاتا ہے، اور اس کا گناہ اور وبال اس پہلے شخص کے برابر ہے

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زکاۃ وصدقات سے مال میں کمی نہیں آتی۔

اور مال کو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری والے کاموں میں خرچ کرنا بہت بڑے اجر وثواب کا باعث ہے اور اس کے برعکس مال کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والے کاموں میں خرچ کرنا؛ بلکہ اس کی تمنا کرنا بہت بڑے وبال کا باعث ہے۔

زکاۃ وصدقات سے مال میں کمی نہ ہونے کے بارے میں اور بھی کئی روایات آئی ہیں۔

زکاۃ وصدقہ سے مال کا شر دُور ہو جاتا ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ :يَا رَسُولَ اللَّهِ ، أَرَأَيْتَ إِذا أَدَّى رَجُلٌ زَكَاةَ مَالِهِ ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :مَنْ أَدَّى زَكَاةَ مَالِهِ فَقَدْ ذَهَبَ عَنْهُ شَرُّهُ "

(المعجم الاوسط للطبرانی حدیث نمبر ۱۵۷۹) [1]

---

[1] قال الهيثمي:

.رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ ، وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ ، وَإِنْ كَانَ فِي بَعْضِ رِجَالِهِ كَلَامٌ (مجمع الزوائد ج۳ص ۶۳، کتاب الزکاۃ، باب فرض الزکاۃ)

ترجمہ: ایک قوم کے آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ جب آدمی اپنے مال کی زکاۃ ادا کردے تو پھر آپ اس کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اپنے مال کی زکاۃ ادا کردی تو اس آدمی سے مال کا شر دور ہوگیا (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

قال :إِذَا أَدَّيتَ زَكَاةَ مَالِكَ فَقَدْ أَذْهَبتَ عَنكَ شَرَّهُ (صحيح ابن خزيمة حديث نمبر ۲۲۷۳، كتاب الزكاة، جماع أبواب صدقة التطوع،مستدرک حاکم حدیث نمبر ۱۴۳۹، السنن الكبرىٰ للبيهقي كتاب الزكاة، باب الدليل على أن من أدى فرض الله في الزكاةحديث نمبر ۷۴۸۹) ۱

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب آپ نے اپنے مال کی زکاۃ ادا کردی تو آپ نے اپنے اوپر سے اس مال کا شر دور کردیا (ترجمہ ختم)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

إِذَا أَدَّيتَ زَكَاةَ كَنزِكَ فَقَدْ ذَهَبَ شَرُّهُ فَذَكَرَهُ مَوْقُوفًا وَهَذَا أَصَحُّ وَقَدْ رُوِىَ بِإِسْنَادٍ آخَرَ مَرْفُوعًا(السنن الكبرىٰ للبيهقي كتاب الزكاة، باب الدليل على أن من أدى فرض الله في الزكاة)

ترجمہ: جب آپ نے اپنے خزانہ کی زکاۃ ادا کردی تو اس کا شر دور ہوگیا (ترجمہ ختم)

فائدہ: مال کا شر مختلف طرح کا ہوتا ہے، اور دنیا کے اعتبار سے بھی ہوتا ہے، اور آخرت کے اعتبار سے بھی، آخرت کے اعتبار سے تو ظاہر ہے کہ قبر؛ حشر اور جہنم میں مختلف عذابوں کا باعث ہوتا ہے۔

اور دنیا کے اعتبار سے بھی مال میں کئی شر ہوتے ہیں؛ مثلاً بعض اوقات ڈاکوؤں کی طرف سے مال لوٹنے کی خاطر انسان ہلاک ہوجاتا ہے، اور بعض اوقات معذور واپاہج ہوجاتا ہے، اور بعض اوقات لوگوں کو مال والے سے حسد ہوجاتا ہے، جو طرح طرح کے فتنوں کا باعث بنتا ہے۔

---

۱ قال الحاکم:

هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ ، وَشَاهِدُهُ صَحِيحٌ مِنْ حَدِيثِ الْمِصْرِيِّينَ(حوالہ بالا)

مقالات و مضامین

مفتی محمد رضوان

حضرت مولانا قاری سعید الرحمان صاحب رحمہ اللہ

مؤرخہ 6 جولائی 2009ء بروز پیر ملک پاکستان اور بالخصوص راولپنڈی کی معروف علمی اور بزرگ شخصیت ''جناب شیخ الحدیث حضرت مولانا قاری سعید الرحمان صاحب'' طویل علالت کے بعد راولپنڈی دل کے بڑے ہسپتال (ایم، ایچ کے شعبے AFIC) میں انتقال فرماگئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کی کامل مغفرت فرمائیں اور درجات بلند فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں۔ اور حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کے پس ماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائیں۔ آمین۔

حضرت مولانا قاری سعید الرحمان رحمہ اللہ کے وصال سے ملک میں عموماً اور راولپنڈی شہر میں خصوصاً ایک ایسا خلا قائم ہوگیا ہے، جس کا ملاء ہونا مشکل ہے۔

حضرت مولانا قاری سعید الرحمان صاحب رحمہ اللہ، دراصل حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے جلیل القدر خلیفہ اور تربیت یافتہ بزرگ ''حضرت مولانا عبدالرحمان کیمبلپوری رحمہ اللہ'' کے صاحبزادے تھے، جن کو حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کامل پورے فرمایا کرتے تھے۔

اور اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے بقول انہوں نے شروع سے آخر تک اپنی کامل اور پوری اصلاح کرائی تھی، اور یہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے وہ ممتاز خلیفہ تھے کہ جن کو حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے بیعت ہوئے بغیر خلافت سے سرفراز فرما دیا تھا، حضرت مولانا عبدالرحمان صاحب کیمبلپوری رحمہ اللہ تقسیم ہند سے قبل مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور انڈیا کے صدر المدرسین تھے۔

حضرت مولانا قاری سعید الرحمان صاحب رحمہ اللہ کی ولادت 1934ء کو اٹک کے علاقہ چھچھ میں ہوئی، اور آپ نے ابتدائی اور وسطانی تعلیم مدرسہ مظاہر العلوم؛ سہارنپور میں حاصل کی۔

اور تقسیمِ ہند کے بعد اپنے والد ماجد کے ہمراہ خیر المدارس ملتان میں تعلیمی سلسلہ جاری رکھا، اور اس کے بعد اپنے والد ماجد کے ہمراہ دارالعلوم ٹنڈوالہ یار منتقل ہوئے، اور یہیں سے آپ نے 1953ء میں دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کی۔

ظاہر ہے کہ آپ نے جس ماحول اور جن اساتذہ کرام کی نگرانی و سرپرستی میں تعلیم حاصل کی وہ دور اس دور کے مقابلہ میں خیر القرون کہلائے جانے کا مستحق ہے، اس اعلیٰ تعلیم و تربیت کے ماحول سے مستفید ہونے

کے باعث حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ میں اس کا خاطر خواہ رنگ منتقل ہوا اور اسی وجہ سے علمی استعداد کے ساتھ اخلاقی کردار میں اس کی غیر معمولی جھلک نمایاں تھی۔

آپ نے تعلیم سے فراغت کے بعد کچھ عرصہ اکوڑہ خٹک اور کچھ عرصہ تعلیم القرآن راجہ بازار؛ راولپنڈی میں تدریسی خدمات سرانجام دیں، 1958ء میں آپ نے راولپنڈی صدر کی جامع مسجد میں امامت وخطابت کی ذمہ داری سنبھالی، اس وقت یہ چھوٹی مسجد تھی، اور 1962ء میں آپ نے صدر میں مسجد کے متصل جامعہ اسلامیہ کی بنیاد قائم کی، ابتداء میں اس مقام پر باقاعدہ کوئی دینی مدرسہ قائم نہ تھا، آپ کی کوششوں سے مدرسہ کی بنیاد پڑی، اور ایک وقت آیا کہ مدرسہ ترقی کرتے کرتے ایک بڑے جامعہ کی شکل اختیار کرگیا، شروع میں تو درسِ نظامی کے چند ابتدائی درجات قائم تھے، لیکن بعد میں بڑے درجات کا سلسلہ بھی شروع ہوگیا، پہلے موقوف علیہ اور پھر دورہ شریف کا بھی اجراء ہوگیا، اور دارالافتاء وتخصص کا شعبہ بھی وجود میں آ گیا، اور حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کی کردار وشخصیت اور محنت کے نتیجہ میں آپ کے جامعہ اسلامیہ کی سند کو ملک میں ایک امتیازی شان حاصل ہوگئی۔

حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ نے اپنی جدوجہد کے میدان کو صرف مدرسہ تک محدود نہیں رکھا، بلکہ سیاست اور بعض دوسرے شعبوں میں بھی آپ نے اپنی مساعی جمیلہ کو وسیع فرمایا، اور پنجاب اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے، نیز 1988ء میں پنجاب حکومت میں وزیر زکاۃ وعشر کے عہدہ پر بھی فائز رہے۔

جنرل ضیاء الحق صاحب مرحوم کا آپ سے خصوصی تعلق ولگاؤ تھا، 1985ء کے عام انتخابات سے پہلے ضیاء صاحب کی مجلسِ شوریٰ کے رکن بھی رہے، شوریٰ میں آپ ممتاز حیثیت کے حامل تھے، جنرل ضیاء الحق صاحب مرحوم ایک زمانہ تک جمعۃ المبارک کی نماز پڑھنے کے لئے حضرت قاری صاحب کے یہاں جامعہ اسلامیہ میں حاضر ہوتے تھے۔

اپنے سیاسی اثر ورسوخ کے دور میں قاری صاحب موصوف رحمہ اللہ نے شریعت بل تحریک کی شکل میں سیاسی اصلاحات اور نفاذِ اسلام کی بھی کوششیں فرمائیں، جن کے نتائج کچھ بھی نکلے ہوں، لیکن حضرت قاری صاحب موصوف رحمہ اللہ اور آپ کے رفقاء کی مخلصانہ کوششیں پاکستان میں نفاذِ شریعت کی جدوجہد کے حوالے سے تاریخ کا حصہ بن گئیں، اور عنداللہ برأت کا بھی ان شاء اللہ باعث ہونگی۔

اگرچہ حضرت قاری صاحب موصوف کا ایک لمبے عرصہ تک سیاست سے تعلق رہا، لیکن قاری صاحب رحمہ اللہ کی سیاست کافی حدتک مروّجہ بے ہنگم اور منافقانہ سیاست سے پاک قرار دی جانے کی مستحق ہے۔

Idara Ghufran

آپ نے عملی سیاست کا حصہ بن کر اس کے غیر شرعی وغیر اخلاقی کردار سے اپنے دامن کو کافی حد تک محفوظ رکھا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیر معمولی سیاسی بصیرت اور عالمی حالات پر گہری نظر کی استعداد وملکہ عطا فرمایا تھا، جس کی وجہ سے حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کا تبصرہ وتجزیہ بہت اہمیت کا حامل شمار کیا جاتا تھا، اور آپ کے تبصرہ وتجزیہ میں ایک بات زیادہ نمایاں یہ تھی کہ آپ کا ''تبصرہ وتجزیہ'' برائے تبصرہ وتجزیہ ہونے کے بجائے عام طور پر شرعی تعلیمات کی روشنی میں عملی اصلاحات وہدایات پر مشتمل ہوتا تھا۔

میں نے حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کی حیات میں جامعہ اسلامیہ میں تقریباً چھ سال درس وتدریس اور فتاویٰ نویسی کی خدمت انجام دی، جس کے باعث حضرت قاری صاحب کے ساتھ قریبی تعلق قائم رہا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت قاری صاحب موصوف رحمہ اللہ کو جو صفات وکمالات عطا فرمائے تھے، ان میں تحریر وتقریر کے ملکہ کو بھی امتیازی مقام حاصل تھا، چنانچہ آپ تحریر وتقریر دونوں میدانوں میں ایک باوقار، نفیس اور انقلابی اندازِ فکر رکھتے تھے، اور اگرچہ تقریر کے مقابلہ میں تحریری میدان میں آپ کو کام کرنے کے مواقع وفرصت کم میسر آئی، لیکن آپ نے تحریر کے شعبہ سے اپنے آپ کو بالکل الگ تھلگ بھی نہیں رکھا، تصنیفی خدمات میں آپ کی تین تالیفات علمی اعتبار سے بڑی وقعت کی حامل ہیں، ایک اپنے والد ماجد حضرت کامل پوری رحمہ اللہ جیسے مسلم الثبوت ولی وبزرگ اور محدث کی مفصل سوانح کی ''تجلیاتِ رحمانی'' کے نام سے ایک ضخیم کتاب کی صورت میں اشاعت اور دوسری طحاوی شریف پر اپنے والد ماجد کے شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب اور مولانا اسعد اللہ صاحب رحمہم اللہ (مظاہر العلوم، سہارنپور) کی خدمت میں طحاوی کے درس کے دوران علمی اشکالات اور ان حضرات کی آراء وجوابات پر مشتمل تقاریر کو مرتب ومنقح ومہذب کر کے ''الحاوی علی مشکلات الطحاوی'' کے نام سے اشاعت، تیسری ترمذی کے ''معارفِ ترمذی'' کے نام سے اپنے والد ماجد حضرت کامل پوری رحمہ اللہ کے دروس اور افادات کی ترتیب وتخریج۔ اس کے علاوہ اخبارات اور مختلف دینی رسائل وجرائد میں آپ کے وقتاً فوقتاً مضامین شائع ہوتے رہے، اور اگر ان مضامین کا ریکارڈ محفوظ ہوتو کافی ضخیم مواد کی شکل بن سکتی ہے، البتہ آپ کی زندگی کا بڑا میدان تقریری رہا۔

آپ نے جامعہ اسلامیہ میں جمعہ وعیدین کے اجتماعات کے علاوہ یومیہ وہفتہ وار دروس کا سلسلہ قائم رکھا، اور اس کے علاوہ مختلف مقامات پر ہفتہ وار یا ماہانہ دروس کے پروگرام بھی آپ کے دم قدم سے جاری وساری تھے، مختلف اجتماعات وجلسوں میں جو پروگرام وقتاً فوقتاً ہوتے رہتے تھے وہ اس کے علاوہ تھے، اور اس تقریری تبلیغ واصلاح کے لئے آپ مختلف اسفار بھی فرماتے تھے۔

ایک مدت تک آپ ریڈیو پاکستان کے ''حی علی الفلاح'' پروگرام میں شرعی مسائل کے جوابات بھی دیتے رہے، نیز مختلف تنازعات واختلافات کے سلسلے میں آپ صلح وصفائی وتصفیہ کے معاملات میں بھی اپنی مثال آپ تھے، آپ نے نہ جانے کتنے تنازعات واختلافات کا غیر رسمی تصفیہ فرمایا، اس طرح سے آپ ایک چلتے پھرتے منصف وعادل قاضی کا بھی کردار ادا کرتے تھے۔

درس وتدریس کے مشغلہ سے آپ آخر دم تک وابستہ رہے، اور اپنے جامعہ میں دورہ حدیث کے اجراء وآغاز سے لے کر آخر وقت تک شیخ الحدیث کے منصب پر فائز تھے، اور اسی منصب پر قائم رہنے کی حالت میں آپ کا وصال ہوا، علمی استعداد کے اعتبار سے آپ کو تقریباً تمام دینی علوم پر ملکہ ودسترس حاصل تھی، اور مختلف علوم وفنون کی کتابوں کے پڑھانے میں آپ کو کوئی رکاوٹ محسوس نہیں ہوتی تھی، اور اس طرح سے آپ واقعی ایک کامل شیخ الحدیث کہلائے جانے کے مستحق تھے، اور آجکل کی طرح عام اور رسمی شیخ الحدیث نہ تھے۔

حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کو فن قرأت میں بھی عبور حاصل تھا، فنِ قرأت میں آپ سندِ وقت، امام الفن حضرت قاری عبدالمالک صاحب لکھنوی رحمہ اللہ کے مایہ ناز شاگرد تھے، آپ کی قرأت کا معیار اور پھر اوپر سے لحنِ داؤدی کانوں میں رس گھولتی اور سننے والوں کو مسحور کر دیتی تھی، اور لوگ دور دور سے آپ کی قرأت سننے کے لئے جمعہ میں، تراویح میں یا دوسرے اوقات میں آپ کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے لئے آتے تھے، جب کسی بڑے جلسہ واجتماع میں حضرت قاری صاحب موصوف موجود ہوتے اور نماز کی امامت کا مرحلہ آتا تو عموماً امامت کے لئے آپ ہی کا انتخاب عمل میں آتا تھا۔

حضرت قاری صاحب موصوف رحمہ اللہ نے پیرانہ سالی کے زمانے تک رمضان المبارک میں تراویح کی امامت کا فریضہ بھی اپنے جامعہ کی مسجد میں عرصۂ دراز تک خود سے انجام دیا، لیکن تراویح کے بعد روزانہ مختصر درس کا سلسلہ تادمِ آخر جاری رکھا، حضرت قاری صاحب موصوف رحمہ اللہ کی اقتداء میں تراویح ادا کرنے کے لئے دور دراز سے آآ کر جوق در جوق لوگ شرکت فرمایا کرتے تھے۔

حضرت قاری صاحب موصوف رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے ملنساری اور ہم نشینی وہم مجلسی میں اپنی مثال آپ بنایا تھا، عفو ودرگزر کے سلسلہ میں آپ عالی ظرف واقع ہوئے تھے۔ اگر علم کے ساتھ تحمل وحلم بھی جمع ہو جائے تو چار چاند لگ جاتے ہیں، حضرت قاری صاحب بسطۃ فی العلم والجسم کے ساتھ بسطۃ فی الحلم کا بھی مصداق تھے، اور اسی وجہ سے جامعہ کے اساتذہ وطلبہ سے آپ احترام واکرام والا معاملہ فرماتے

تھے، اور چشم پوشی و مسامحت فرمایا کرتے تھے، بلکہ دوسرے حضرات کو بھی مسامحت و چشم پوشی ہی کی رغبت دلاتے تھے، آپ کی چشم پوشی اور مسامحت سے اگر چہ بعض لوگ تو ناجائز فائدہ اٹھا لیتے ہوں؛ مگر آپ کا یہ عمل آپ میں حلم و بردباری کے غلبہ کے باعث تھا، اسی لئے اگر آپ کو جامعہ کے کسی استاذ سے کوئی شکوہ شکایت پیش آتی تو آپ کسی واسطہ سے اس کو متوجہ کرنے کو ترجیح دیا کرتے تھے، بہت ہی کم ایسا موقع پیش آتا کہ آپ براہِ راست کسی استاذ سے مواخذہ فرماتے ہوں، اگر کبھی اس کی ضرورت بھی محسوس کرتے تو تفریح طبع کے انداز میں اس کا ذکر اس انداز سے فرما دیا کرتے تھے، کہ جس سے مخاطب کو شرمندگی و ملامت پیش نہیں آتی تھی۔

آپ خود بھی ہنس مکھ انسان تھے اور دوسروں کو بھی خوش رکھنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ اور آپ کو معارف ولطائف پر مبنی گفتگو پسند تھی، آپ جس مجلس میں ہوتے وہ مجلس آپ کی زندہ دلی و بذلہ سنجی کی جیتی جاگتی تصویر بن جاتی تھی، آپ کی پرکیف مجلسیں دیکھنے و برتنے سے تعلق رکھتی تھیں۔

میں نے جامعہ اسلامیہ میں تقریباً چھ سالہ درس و تدریس کے زمانہ میں حضرت قاری صاحب کو بہت ہی شاذ و نادر غصہ میں دیکھا، بڑے سے بڑا سانحہ و حادثہ پیش آنے کے باوجود آپ ظاہر میں سنجیدہ و بردبار نظر آتے تھے جب بندہ جامعہ سے مستعفی ہوا اور اپنا ادارہ قائم کیا تو حضرت قاری صاحب موصوف کو بندہ سے کچھ وجوہات کی بناء پر خفگی محسوس ہوئی، لیکن بزرگوں کی ہدایت کی روشنی میں بحمد اللہ تعالیٰ جلد ہی اس خفگی کا ازالہ ہوگیا، اور حسبِ معمول تعلق قائم ہوگیا، اگر چہ بندہ اپنے مخصوص مزاج کے باعث زیادہ کہیں آمدورفت سے تو پرہیز کرتا ہے، لیکن جب بھی حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ سے نیازمندی کا موقعہ حاصل ہوتا تو حضرت قاری صاحب بالکل اسی طریقہ سے پیش آتے جس طرح سے شروع میں ان کے ساتھ تعلق قائم تھا، وقتاً فوقتاً آپ ادارہ غفران بھی مخصوص مواقع پر تشریف لاتے رہے، اور اکرام وضیافتِ طبع کا سلسلہ جاری رہا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس تعلق کو آخرت کے اعتبار سے بھی نافع بنائیں۔ آمین

حضرت قاری صاحب تفریح طبع میں بندہ کو بعض اوقات شیخِ مخفی سے مخاطب فرمایا کرتے تھے۔

حضرت قاری صاحب موصوف رحمہ اللہ میں ایک بات جو دیکھنے میں آئی وہ ان کی تواضع و عاجزی اور سادگی تھی، جو ان کے لباس اور نشست و برخاست سمیت، چال ڈھال ہر چیز میں نمایاں طور پر نظر آتی تھی،

آپ کی کسی نقل وحرکت سے تکلف وتصنع اور بناوٹ کا شائبہ ونشان تک دکھائی نہ دیتا تھا، بسا اوقات لباس میں بھی ایسی بے ساختگی ہوتی جس سے معلوم ہوتا کہ آپ آرائش وزیبائش اور ریاء؛ تصنع وبناوٹ سے کوسوں دور ہیں۔ ع

تکلف سے بری ہے حسن ذاتی قبائے گل میں گل بوٹا کہاں ہے

ظاہر ہے کہ اس تکلف وتصنع کے دور میں کسی مشہور ومقبول عالمِ دین کا اس صفت کا حامل ہونا ایک امتیازی صفت کہلائے جانے کے قابل ہے۔

ایک مرتبہ بندہ کو حضرت قاری صاحب موصوف رحمہ اللہ کے ساتھ کراچی کے سفر پر جانے کا موقع ملا، جس میں دس روز تک حضرت قاری صاحب کی رفاقت رہی، یہ سفر دراصل ایک تبلیغی دورہ تھا، اور ایک پورا تبلیغی قافلہ ساتھ تھا، جس میں زیادہ تر بلکہ اکثریت اہلِ علم حضرات کی تھی، اس پورے سفر میں حضرت قاری صاحب موصوف رحمہ اللہ کے ساتھ رات ودن ہمہ وقت معیت ورفاقت نصیب ہوئی، اور اس سفر میں بعض بڑے بڑے اہلِ علم حضرات کی خدمت میں حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کے ہمراہ ملاقات وزیارت کے لئے حاضری ہوئی، جن میں حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی، حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی اور حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی اور حضرت مولانا مفتی جمیل احمد خان صاحب رحمہم اللہ وغیرہ جیسی شخصیات شامل تھیں۔ حضرت قاری صاحب موصوف باوجودیکہ مجھ سے علم، عمر، تقوے اور فضل ہر چیز ہی میں افضل واسبق تھے، لیکن انہوں نے کسی بھی موقع پر اپنے تفضّل کے قائم و ظاہر کرنے کا احساس نہیں ہونے دیا، اور ہر موقع پر ہم عصر دوست کی طرح معاملہ فرمایا، اس سے زیادہ حضرت قاری صاحب موصوف رحمہ اللہ کی تواضع اور فنائیت اور کیا ہوگی۔

حضرت قاری صاحب موصوف حسبِ معمول اس سال اپنے جامعہ میں بخاری شریف کی تدریس فرمارہے تھے، اور اس سال بخاری شریف کے ساتھ ترمذی شریف بھی آپ کے زیرِ درس تھی۔

اپریل 2009ء کے دوسرے عشرہ میں آپ کو دل کا دورہ پڑا، اوائلِ مئی میں آپ کے دل کا آپریشن ہوا، لیکن پوری طرح صحت یاب ہونے سے قبل؛ ہسپتال ہی میں آپ کو دل کا دوسرا دورہ پڑا، جس کی شدت غیر معمولی تھی، اور اس کے حملے سے جسم کے اعضائے رئیسہ بھی شدید متاثر ہوئے، مسلسل ایک ماہ تک آپ پر غنودگی ونیم غنودگی کا عالم طاری رہا، اس درمیان آپ کی زبان پر اکثر تلاوتِ قرآن کا وِرد رہا، اور 6 جولائی بروز پیر ٹھیک دوپہر کے وقت آپ دارِفانی سے دارِباقی کی طرف روانہ ہوئے۔

نمازِ جنازہ آپ کے آبائی گاؤں بہبودی (حضرو؛ اٹک) میں بعد مغرب ادا کی گئی، اور وہیں والد صاحب کے پہلو میں تدفین ہوئی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت قاری صاحب موصوف رحمہ اللہ کو درجاتِ رافعہ وعالیہ عطا فرمائیں اور ان کے نائبین وجانشین حضرات کو حضرت قاری صاحب موصوف رحمہ اللہ کی عالی صفات کا متبع و پیروکار اور ترجمان بننے کی توفیق عطا فرمائیں، اور ان کی دینی خدمات کو ان کے حق میں صدقۂ جاریہ بنائیں۔ آمین۔

جان کر منجملۂ خاصانِ میخانہ مجھے مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے

رِثَــاءُ الشَّــیْـخ

مفتی محمد امجد حسین

(شیخ الحدیث حضرت الاستاد قاری سعید الرحمان صاحب رحمہ اللہ کی جدائی پر)

چھا رہے ہیں تیرگی کے سلسلے	❀	بڑھ رہے ہیں ظلمتوں کے مرحلے
اندھیاروں کا چلن بڑھنے لگا	❀	بجھ رہی ہیں حق وصدق کی مشعلیں
مسندِ رشد وحدیث ویراں ہے پھر	❀	شیخ مسند سوئے عقبیٰ ہیں چلے
خستہ کارواں سوئے بہبودی رواں	❀	لحدِ شیخ پر دیپ عقیدت کے جلے
بیسیوں سال جن کے دم سے گونجے	❀	منبر ومحراب سے حق کے غلغلے
زندگی تھی خدمتِ دین کے لئے	❀	خونِ دل دے کے مہم سرکر چلے
بزمِ ہستی، رہگذر ہے، بے ثبات	❀	الوداع! ہم اپنے اصلی گھر چلے
امجدؔ بسمل ہجر سے مضمحل	❀	آشیاں ہو خلد میں جب؛ غم ٹلے

❀

ھاتفِ غیبی کہے رحلت کا سن

هُوَ سَعِيْدٌ ذَاهِبٌ اِلَى الْجَنَّةِ طُوْبىٰ لَـهٗ

۱۱ ۱۴۴ ۷۰۸ ۳۱ ۴۸۳ ۱۸ ۳۵

۱۴۳۰ھ

مقالات و مضامین　　　　　　　　　　　　مفتی محمد امجد حسین

تحقیق واجتہاد یا تحریف والحاد (قسط۱)

جدت پسندوں کا دین اسلام کے ساتھ طرزِ عمل ایک حکایت کی روشنی میں

مغرب زدہ، مادہ پرست جدت پسندوں اور روشن خیالوں کا اپنے الحاد وتحریف کے تمام مرحلے اور طاغوت کی غلامی کے پورے عرصے میں دین اسلام کے ساتھ جو طرز عمل اور سلوک رہا ہے اور اب بھی پورے زور وشور سے جاری ہے اور طاغوتی طاقتوں کی طرف سے اپنے ان غلاموں کی حلہ شیری پر اس طرز عمل میں روز بروز مزید اضافہ ہو رہا ہے، ذیل کی حکایت میں بڑھیا کا باز کے ساتھ بزعم خویش دانش مندانہ، ناصحانہ، بزرگانہ اور مشفقانہ طرز عمل تمثیلاً اس کا ہو بہو نمونہ ہے، حکایت کچھ یوں ہے کہ ایک شاہی باز تھا جو ہمارے شاعر مشرق کے آئیڈیل شاہین کا پورا پورا نمونہ تھا قصرِ سلطانی کے گنبد اور بلند و بالا پہاڑوں کی چوٹیاں اور چٹانیں اس کی جولانگاہ تھیں تو نیلگوں آسمان کے نیچے کی ساری فضا اس کی بازی گاہ تھی۔ جھپٹنے، پلٹنے اور پلٹنے جھپٹنے سے اپنا لہو گرماتا تھا تو تندیِ بادِ مخالف اس کے شوقِ پرواز کو مزید مہمیز دیتی تھی۔ ایک دفعہ منہ کا ذائقہ بدلنے کے لئے آپ نے ایک بڑھیا کی کُٹھیا میں قدم رنجہ فرمایا بڑھیا نے اسے پکڑ کر پہلے تو پنجرہ نشین کیا پھر ان کے سراپا وجود اور ھیئت کذائی کا اپنے طبعی شفقت وترحم کے جذبے کے ساتھ جائزہ لیا۔ اس کی چونچ اور پنجوں اور ان کے ٹیڑھے پن کو دیکھ کر تو سچ پوچھئے بڑی بی کا دل بھر آیا اور آنکھیں ڈبڈبا گئیں اور رندھی ہوئی آواز میں اس بے زبان مخلوق سے یوں گویا ہوئیں، ہائے بچے! تو کیسے زمین پر بیٹھتا ہوگا تیری انگلیاں ٹیڑھی ہیں، ناخن اتنے بڑھ گئے ہیں۔

ہائے! تو کھاتا کیسے ہوگا تیری تو چونچ بھی ٹیڑھی ہے معلوم ہوتا ہے کہ تو بے ماں کا ہے (بغیر ماں باپ کے یعنی یتیم مسکین) تیری غور پرداخت کرنے والا کوئی نہیں جو تیرے ناخن کاٹتا، اور چونچ کی تراش خراش کرتا۔ پھر بڑی بی کی طبعی رقت اور جذبہ ترحم وشفقت نے ایسا جوش مارا کہ آپ نے قینچی لے کر اقبال مرحوم کے شاھین کے سب ناخن کاٹ لئے اور چونچ بھی تراش دی۔ اور اسے بے بال و پر کر کے یہ سمجھا کہیں کہ میں نے اسے خوب فارغ البال ونہال کر دیا۔ مہذب وشائستہ حال بنا دیا، (غرضیکہ جدید دور کے تقاضوں کے عین مطابق بالکل اپ ٹو ڈیٹ کر دیا)۔ یہ الگ بات ہے کہ اب نہ وہ شکار پکڑنے کے کام کا رہا، نہ

کھانے کے نہ اور اپنا دفاع کرنے کے ہی قابل رہا۔ جھپٹنا، پلٹنا قصہ پارینہ ہوگیا اور وہ بال و پر ہی نہ رہے جن کے برتے پر وہ بزبان اقبال یوں نعرہ زن ہوتا تھا

دریا است کہ صحرا است زیرِ پرِ ما است

(غالباً یہ شعر پاک فضائیہ کے مونو میں بھی لکھا ہوا ہے)

دل کی سلامتی اور قلب و نظر کا فساد

اہل تجدد کے قلب و قالب، ذہن و دماغ اور شعور و حواس پر مادیت، اباحیت اور مغربیت کی دبیز تہیں چڑھی ہوتی ہیں قلب میں بجائے ایمان و یقین کے شک وارتیاب کا روگ ہوتا ہے (اور قلب کا ایمان وایقان سے محروم ہونا اور شک و نفاق میں مبتلا ہونا ہی وہ سب سے بڑا روگ ہے جو سب خرابیوں کی جڑ ہے) اور جیسے جیسے یہ طاغوت کی غلامی اور حرص و ہوا کی اتباع میں رسوخ پاتے جاتے ہیں۔ یہ قلبی روگ، دل کا مرض بھی بمصداق آیت "فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا" روز افزوں ترقی کرتا جاتا ہے۔ پس شریعت کی نگاہ میں اور قرآن کی نظر میں تو چونکہ یہ حالت مرض کی حالت ہے، ہلاکت کی گھاٹی ہے۔ اس لئے قرآن قلب و روح کے ان امراض خبیثہ و مہلکہ پر نشتر لگاتا ہے، قلب و نظر کے فساد کو دور کرنے کیلئے اور باطن کے اس روگ اور روح کی بیماری کی نشاندہی و تشخیص کر کے پھر اس کیلئے نسخہ شفا تجویز کرتا ہے۔ خدا پرستی کی راہ ہمیشہ یہی رہی ہے (جو سب خوش بخت انسانوں اور سعید روحوں نے اختیار کر کے نجات ابدی اور سعادت سرمدی کا راز پایا ہے اور دنیا کے سود و زیاں اور آزمائش کے مرحلے کو کامیابی سے سر کیا ہے) کہ انسان پیغمبروں کی لائی ہوئی ان آفاقی آسمانی تعلیمات کے آگے پوری طرح سر تسلیم خم کرے اور ایسا ہو جائے جیسے کہ کہا جاتا ہے "مردہ بدست غسّال" کہ مطلق چوں و چرا کئے بغیر عرش کے اوپر سے خداوند قدوس کے بھیجے ہوئے ان احکام کو اپنے اوپر جاری و ساری کرے تاکہ وہ نفس و شیطان کی یرغمالی سے خلاصی پائے، اور قلب بے یقینی اور شک کی کیفیت سے نکل کر ایمان و یقین کی لطیف و نورانی کیفیات سے لبریز و پُر کیف ہو جائے۔ قلب و روح کو جب اپنی یہ انرجی اور اسٹیم میسر آجاتی ہے تو نفس و نفسانی قوتوں کی یرغمالی سے آدمی خلاصی پالیتا ہے۔ اور مقامِ عبدیت و احسان پر فائز ہو کر زندگی کی شاہراہ پر حیوۃ طیبہ کا حامل بن کر وہ اپنا سفر طے کرتا ہے۔ اور اقبال مرحوم کے الفاظ میں اس کی یہ شان ہوتی ہے۔

مرد خدا کا عمل عشق سے صاحبِ فروغ		عشق ہے اصل حیات موت ہے اس پر حرام
عشق کی تقویم میں عصرِ رواں کے سوا		اور زمانے بھی ہیں جن کا نہیں کوئی نام

اس کی زمین بے حدود اس کا افق بے ثغور		اس کے سمندر کی موج دجلہ، دنیوب ونیل
اس کے زمانے عجیب اس کے فسانے غریب		عہد کہن کو دیا اس نے پیامِ رحیل
مرد سپاہی ہے وہ اس کی زرہ لا الٰہ		سایہ شمشیر میں اس کی پنہ لا الٰہ
ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ		غالب و کار آفریں، کار کُشا، کارساز
خاکی و نوری نہاد بندہ مولا صفات		ہر دو جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز
اس کی امیدیں قلیل اس کے مقاصد جلیل		اس کی ادا دلفریب اس کی نگاہ دلنواز
نقطہ پرکارِ حق مردِ خدا کا یقین		اور یہ عالم تمام وہم و طلسم و مجاز

اہل تجدد کا اصل مرض

تجدد کے داعیوں اور مغربیت و مادیت کے شیدائیوں کا اصل مرض احکام شرع کے آگے خودسپُردگی و سرافگندگی (یعنی اتباعِ کامل) کی بجائے شریعت کو اپنی عقل وفکر اور ذہنیت ومزاج کے تابع کرنا ہے اور خود کو خدا پرستی اور تسلیم وتفویض کے رنگ میں رنگنے کی بجائے خود شریعت کو اپنے پندار ونفسانیت اور نفس کے ہاتھوں یرغمال شدہ اپنی فاسد عقل وذہنیت کے رنگ میں رنگنا ہے۔

اس ذہنیت کی وجہ سے ان کو شریعت کے احکام میں جابجا خلل وحرج نظر آتا ہے جس طرح کہ بڑھیا کو باز کے چونچ اور پنجے میں خلل اور عیب نظر آتا تھا جو کہ درحقیقت اس کی شاہبازی و بلند پروازی اور شاہینی و عقابی کا اصل سرمایہ اور امتیازی اوصاف تھے یا جس طرح یرقان کے مریض کو ہر چیز پیلی نظر آتی ہے اور بخار والے کو ہر ذائقہ تلخ وکڑوا محسوس ہوتا ہے۔ یا وہ گنوار عورت جو اپنے شِیر خوار بچے کا پاخانہ دھو رہی تھی کہ شور ہوا، ''چاند نظر آ گیا'' اب اس نے پاخانہ میں لتھڑی ہوئی انگلی ناک پر رکھ کر (جیسے کہ عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ سننے یا سوچنے کے وقت ناک پر انگلی رکھ کر یکسو و ہمہ تن گوش ہو جاتی ہیں) آسمان پر نظر کی اور چاند کو دیکھا تو فرمانے لگیں ''ہائے اللہ! اس دفعہ تو سڑا ہوا (بدبودار) چاند نکلا ہے حالانکہ سڑاند اپنی انگلی میں تھی جو قوتِ شامہ (یعنی ناک) کے داخلی راستے پر دھر رکھی تھی اور بدبو کے بھبھکوں سے دماغ عطر بیز ہو رہا تھا لیکن وہ سمجھی کہ بدبو ہلالِ رمضان سے آ رہی ہے۔

اہل تجدد دورِ نبوی کے اہل نفاق کا تسلسل اور بروز ہیں

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی زندگی میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قدوسی صفات جماعت نے

اللہ تعالیٰ کی بندگی وفرمانبرداری اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت، محبت اور وفا شعاری کا وہ لاثانی اور لافانی نمونہ پیش کیا کہ انکا ایمان، ان کے اوصاف قیامت تک ساری امت کے لئے مثال ونمونہ بن گئے اور ان کی ذات حق وصداقت کا معیار بن گئی۔ ذیل کی آیت کریمہ سے ان کا یہ مقام ومرتبہ واضح ہوتا ہے:

فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا (سورۃ البقرۃ آیت ۱۳۷)

(کہ یہ لوگ بھی اسی طرح ایمان قبول کریں جس طرح اے صحابہ تم نے کیا ہے تو یہ ہدایت پا جائیں گے)

لیکن مدینہ کی اس پہلی اسلامی ریاست میں صحابہ کرام کی جماعت کے پہلو بہ پہلو ایک جماعت منافقین کی بھی تھی جن کا سرغنہ عبداللہ بن ابی بن سلول تھا۔ قرآن مجید نے جہاں صحابہ کی ایمانی صفات کا نقشہ کھینچا ہے، اس کے پہلو بہ پہلو ان منافقین کی منافقانہ صفات وحالات کا خاکہ بھی اڑایا ہے۔

جس سے ان کی ذہنیت، مزاج، سوچ، فکر، طرز عمل وطرز زندگی (خصوصاً صلح و جنگ اور امن وخوف کے حالات میں ان کا ردعمل وطرز عمل) سامنے آتا ہے اس طرح ان دونوں طبقوں کے کردار واوصاف کو بیان کر کے قرآن نے قیامت تک کے انسانوں اور مسلمانوں کو روشنی وتاریکی، ھدایت وضلالت اور ایمان و نفاق کے اوصاف الگ الگ کر کے بتا اور سمجھا دیئے۔ اس آئینہ میں ایک مسلمان اپنا بھی اور دوسرے کا بھی سراپا ذات وصفات ملاحظہ کر کے فیصلہ کر سکتا ہے کہ وہ کس طبقہ اور کیٹیگری میں ہے اور اللہ ورسول کے ہاں اس کا کیا مقام ہے اور دین اسلام میں اس کی کیا حیثیت ومرتبہ ہے؟ قرآن مجید سے ھدایت کا حصول ہوتا بھی اس طرح ہے کہ دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور ہدایت کی سچی طلب ہو اور اپنی عاجزی و درماندگی اور نفس وشیطان کے مقابلہ میں شکست خوردہ ہونے کا تصور پیدا کر کے اپنی ذات وصفات کو قرآن کے سامنے پیش کرے۔ قرآن جن صفات کو اہل نفاق، اہل کفر، اہل زیغ وضلال کی صفات بتاتا ہے۔ فرعون، ہامان، قوم عاد وثمود، قوم لوط اور قوم نوح کی اور ان کے سرداروں کی صفات بتاتا ہے۔ ابوجہل، عتبہ، شیبہ یا عبداللہ بن ابی اور اس کے گروہ منافقین کی صفات بتاتا ہے۔ ان صفات سے اپنے آپ کو پاک کرے اور بچائے۔ اور جو صفات قرآن نے عبادالرحمان (رحمان کے بندے) کی، مومنین کی، مسلمین کی بتلائی ہیں۔ انبیاء اور انکے متبعین کی، صحابہ کی بتلائی ہیں وہ اپنے اندر پیدا کرے، بڑھائے۔ یہ طریقہ ھدایت حاصل کرنے کا نہیں کہ آدمی تکبر و پندار اور عجب وخود بینی کا پیکر مجسم ہو، حرص وہوا کا بندہ اور نفس ونفسانی قوتوں کا بے دام غلام ہو اور اس نفس کے ہاتھوں یرغمال شدہ عقل کے بل بوتے پر

افلاطونیت جھاڑنا شروع کردے۔

سیرت وکردار نفس کے ہاتھ گروی ہو اور علم ونالج شیطانی ووساوس والہام پر مبنی ومستفاد ہو اور صورت ووضع قطع پر اللہ کے دشمنوں، یہود ونصاریٰ اور فساق وفجار کی چھاپ لگی ہو پھر اپنی ذات کو فراموش کر کے اپنی اصلاح سے بے نیاز ہو کر قطعی ومنصوص اور طے شدہ اسلامی احکام کے تجدید وتحقیق کے نام پر بخیئے ادھیڑے اور ساری امت کے اور امت کے سلف وخلف کے ایمان واسلام، علم وعرفان، اور یقین واذعان کی پیمائش مادیت کا چشمہ لگا کر مغربیت ودہریت کے پیمانوں سے کرنے میں لگ جائے ایسے لوگ تو قرآن مجید کے درج ذیل نصوص کا مصداق ہیں:

أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَى عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَى سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَى بَصَرِهِ غِشَاوَةً (سورة الجاثية آيت ۲۳)

(کیا تو نے دیکھا ہے اس شخص کو جس نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور اللہ نے باوجود علم کے اسے گمراہ کر دیا اور اس کے کانوں اور دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا)

يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِنَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ غَافِلُونَ (سورة الروم آيت ۷)

(محض سطحی زندگی ہی کا علم اور واقفیت رکھتے ہیں، اور وہ آخرت سے یکسر غافل وبے پرواہیں)

فَرِحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ (سورة غافر آيت ۸۳)

(جب ان کے پاس انبیاء دین حق لے کر آئے تو یہ اس کے مقابلے میں اپنے پاس موجود علم پر اترانے اور گھمنڈ کرنے لگے)

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا (سورة كهف آيت ۱۰۳،۱۰۴)

(آپ کہہ دیجئے کہ میں تمہیں خبر دوں اعمال کے اعتبار سے خسارہ میں پڑنے والوں کی یہ وہ لوگ ہیں جن کی سعی ومحنت دنیا کی زندگی میں بیکار ورائیگاں گئی اور وہ اس خوش فہمی میں ہیں کہ وہ بڑی اچھی اور مثالی کارکردگی دکھا رہے ہیں)

بدقسمتی سے امت کا تجدد پسند طبقہ اسی قبیل سے ہے اور اس زعمِ فاسد میں مبتلا ہے کہ دین کی حقیقت وہ ہے جو ہمارے مادی فہم سے ناشی ہے۔

خواجہ پندارد کہ دارد حاصلے حاصلِ خواجہ جز پندار نیست (جاری ہے.........)

بسلسلہ :تاریخی معلومات

مولوی طارق محمود

ماہِ رجب: چوتھی نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

☐......**ماہِ رجب ۳۵۱ھ**: میں حضرت ابوالقاسم عبداللہ بن احمد بن حسین بن رجاء خرقی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج ۹ ص ۳۸۹)

☐......**ماہِ رجب ۳۵۱ھ**: میں حضرت ابواحمد علی بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن حبیب حبیبی مروزی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۴۸)

☐......**ماہِ رجب ۳۵۴ھ**: میں حضرت ابوجعفر احمد بن یعقوب بن یوسف نحوی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ بغداد میں رہتے تھے (تاریخِ بغداد ج ۵ ص ۲۲۶)

☐......**ماہِ رجب ۳۵۵ھ**: میں حضرت علامہ ابوبکر محمد بن عمر بن محمد بن محمد بن سلم تمیمی بغدادی جعابی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ موصل کے قاضی تھے (سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۹۲، تاریخِ بغداد ج ۳ ص ۳۱، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۷۵، تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۹۲۹)

☐......**ماہِ رجب ۳۵۶ھ**: میں حضرت ابومحمد عبدالخالق بن حسن بن محمد بن نصر سقطی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ابنِ ابی روبا کے لقب سے معروف تھے (تاریخِ بغداد ج ۱۱ ص ۱۲۴)

☐......**ماہِ رجب ۳۵۷ھ**: میں حضرت ابوالقاسم عبدالعزیز بن محمد بن زیاد بن جابر بن زیاد بن جابر عبدی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ مصر میں رہتے تھے (تاریخ بغداد ج ۱۰ ص ۴۵۷)

☐......**ماہِ رجب ۳۵۸ھ**: میں اندلس کے محدث حضرت ابوبکر محمد بن معاویہ بن عبدالرحمٰن بن معاویہ بن اسحاق رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ اموی خلیفہ ہشام بن عبدالملک بن مروان کی اولاد میں سے تھے (سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۶۸)

☐......**ماہِ رجب ۳۶۰ھ**: میں حضرت ابواسحاق محمد بن عبدالمومن بن احمد اسکافی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۲ ص ۳۸۵)

☐......**ماہِ رجب ۳۶۱ھ**: میں حضرت ابوعبدالرحمٰن اسماعیل بن احمد بن عبداللہ ضریر حیری رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی، آپ اصلاً نیشاپور کے باشندے تھے (تاریخِ بغداد ج ۶ ص ۳۱۳)

Idara Ghufran

□......**ماہِ رجب ۳۶۲ھ:** میں حضرت ابونصر احمد بن عثمان بن عیسیٰ بن ابراہیم جلاب رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی (تاریخِ بغداد ج۴ص۳۰۱)

□......**ماہِ رجب ۳۶۳ھ:** میں حضرت ابوالفضل عباس بن محمد بن احمد بن تمیم انماطی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۱۲ص۱۶۰)

□......**ماہِ رجب ۳۶۴ھ:** میں حضرت ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق بن ابراہیم بن اسباط دینوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ابن السنی کے نام سے مشہور تھے، اور آپ کی ''عمل الیوم والیلۃ'' مشہور کتاب ہے (طبقات الحفاظ ج ا ص ۷۶)

□......**ماہِ رجب ۳۶۵ھ:** میں حضرت ابواحمد عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن ناصح دمشقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ابن المفسر کے لقب سے معروف تھے (سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص ۲۸۲)

□......**ماہِ رجب ۳۶۶ھ:** میں شیخ الشافعیہ حضرت ابوالحسن علی بن احمد بن مرزبان بغدادی کی وفات ہوئی، آپ فقہ شافعی کے بڑے علماء میں شمار ہوتے تھے (سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص ۲۴۶، تاریخِ بغداد ج ۱۱ ص ۳۲۵)

□......**ماہِ رجب ۳۶۷ھ:** میں حضرت ابوعیسیٰ یحییٰ بن عبداللہ بن یحییٰ بن یحییٰ بن وسلاس لیثی قرطبی مالکی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص ۲۶۸)

□......**ماہِ رجب ۳۶۸ھ:** میں امام النحو حضرت علامہ ابوسعید حسن بن عبداللہ بن مرزبان سیرافی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کو علمِ نحو میں بڑا مقام حاصل تھا (سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص ۲۴۸، تاریخِ بغداد ج۷ ص ۳۴۱)

□......**ماہِ رجب ۳۶۹ھ:** میں حضرت ابومحمد عبداللہ بن ابراہیم بن ایوب بن ماسی بغدادی بزار رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ابنِ ماسی کے لقب سے مشہور تھے (سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص ۲۵۳، تاریخِ بغداد ج۹ ص ۴۰۸)

□......**ماہِ رجب ۳۷۰ھ:** میں حضرت ابوبکر احمد بن محمد بن ہارون بن سلیمان بن علی حربی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ رازی اور دیبلی کے لقب سے مشہور تھے (تاریخِ بغداد ج۵ ص ۱۱۳)

□......**ماہِ رجب ۳۷۱ھ:** میں حضرت ابوعبداللہ حسن بن علی بن حسن بن ہیثم بن طہمان رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ ابن البادا کے نام سے مشہور تھے (تاریخِ بغداد ج۷ ص ۳۸۸)

□......**ماہِ رجب ۳۷۲ھ:** میں حضرت ابوالفضل محمد بن عبیداللہ بن احمد بن محمد بن عمروس بزار رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی، آپ فقہ مالکی کے امام شمار ہوتے تھے (تاریخِ بغداد ج۲ ص ۳۴۰)

Idara Ghufran

□......ماہِ رجب ۳۷۳ھ: میں حضرت ابوبکر احمد بن حسین بن عبدالعزیز بن ہارون معدل رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۴ص ۱۰۷)

□......ماہِ رجب ۳۷۴ھ: میں حضرت محمد بن عمر بن محمد بن حمید بزار رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ ابنِ بہتہ کے نام سے مشہور تھے (تاریخِ بغداد ج۳ص ۳۵)

□......ماہِ رجب ۳۷۶ھ: میں حضرت ابوسعید حسن بن جعفر بن محمد بن وضاح بن جعفر بن بشیر بن عطاء بن دینار سمسار حربی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج۷ص ۲۹۲)

□......ماہِ رجب ۳۷۷ھ: میں حضرت ابواحمد محمد بن احمد بن حسین بن قاسم بن سری بن غطریف بن جہم عبدی غطریفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۳۵۵)

□......ماہِ رجب ۳۷۸ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن عبیداللہ بن محمد بن فتح بن عبیداللہ بن عبداللہ صیرفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج ۲ ص ۳۳۳)

□......ماہِ رجب ۳۷۹ھ: میں حضرت ابوحفص عمر بن عبدالعزیز بن احمد بن محمد بن عباس ہمدانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ عبدالکریم بن عمر شیرازی رحمہ اللہ کے والد تھے (تاریخِ بغداد ج ۱۱ ص ۲۶۳)

□......ماہِ رجب ۳۸۰ھ: میں حضرت قاضی ابوعبداللہ محمد بن احمد بن محمد بن یحییٰ بن مفرح اموی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تذکرۃ الحفاظ ج۳ص ۱۰۰۸)

□......ماہِ رجب ۳۸۲ھ: میں حضرت ابوحفص عمر بن احمد بن ہارون بن فرج بن ربیع مقری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ابن الآجری کے نام سے مشہور تھے (تاریخِ بغداد ج ۱۱ ص ۲۶۴)

□......ماہِ رجب ۳۸۴ھ: میں حضرت ابومنصور محمد بن محمد بن عبداللہ بن اسماعیل بن حیان بن سورۃ بن سمرۃ بن جندب رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ ابن البیاع کے نام سے مشہور تھے (تاریخِ بغداد ج۳ص ۲۲۵)

□......ماہِ رجب ۳۸۵ھ: میں حضرت ابوالحسن علی بن محمد بن علی بن صباح عطار رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ ابن المریض کے لقب سے معرف تھے (تاریخِ بغداد ج ۱۲ ص ۹۳)

□......ماہِ رجب ۳۸۶ھ: میں حضرت ابوالفرج صالح بن جعفر بن محمد بن جعفر بن زیاد بن میسرہ رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ رازی کے نام سے معروف تھے (تاریخِ بغداد ج۹ص ۳۲۲)

□......ماہِ رجب ۳۸۷ھ: میں بخاریٰ، سمرقند وغیرہ کے امیر ابوالقاسم نوح بن منصور بن نوح بن

Idara Ghufran

عبدالملک بن نصر بن احمد کی وفات ہوئی، یہ سامانی کے نام سے مشہور تھے، ان کی مدتِ امارت ۲۲ مہینے تھی۔ (سیراعلام النبلاء ج۱۶ ص۵۱۴)

☐......**ماہِ رجب ۳۸۸ھ:** میں حضرت ابومنصور محمد بن عبداللہ بن محمد بن حمشاذ نیشاپوری شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ ابنِ حمشاذ کے لقب سے مشہور تھے (سیراعلام النبلاء ج۱۶ ص۴۹۹)

☐......**ماہِ رجب ۳۸۹ھ:** میں حضرت ابومحمد حسن بن احمد بن محمد بن حسن بن علی بن مخلد بن شیبان مخلدی نیشاپوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیراعلام النبلاء ج۱۶ ص۵۴۰)

☐......**ماہِ رجب ۳۹۰ھ:** میں حضرت ابوالحسین محمد بن عبداللہ بن حسین بن عبداللہ بن ہارون دقاق رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج۵ ص۴۶۹)

☐......**ماہِ رجب ۳۹۲ھ:** میں حضرت ابوالعباس ولید بن بکر بن مخلد عمری اندلسی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ اصلاً اندلس کے باشندے تھے، مستقل سکونت خراسان میں اختیار کی (تذکرۃ الحفاظ ج۳ص ۱۰۸۱، طبقات الحفاظ ج۱ ص۸۴، تاریخِ بغداد ج۱۳ ص۴۸۱، سیراعلام النبلاء ج۱۶ ص۶۷)

☐......**ماہِ رجب ۳۹۴ھ:** میں حضرت ابواحمد عبدالسلام بن علی بن محمد بن عمر بن مہران المؤدب رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج۱۱ ص۵۷)

☐......**ماہِ رجب ۳۹۸ھ:** میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ بن مہدی جرجانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ فقہ حنفی کے شمار ہوتے تھے، اور بغداد میں رہتے تھے (تاریخِ بغداد ج۳ص۴۳۳)

☐......**ماہِ رجب ۳۹۹ھ:** میں حضرت ابواحمد محمد بن عبداللہ بن احمد بن قاسم بن جامع الدھان رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۵ ص۴۷۱)

اصلاحی خطاب مفتی محمد رضوان

کافروں کے ساتھ دوستی اور ان کی طرف میلان

وہ خطاب جو حضرت مفتی محمد رضوان صاحب نے مسجد امیر معاویہ کوہاٹی بازار، راولپنڈی میں مورخہ ۱۸/محرم الحرام ۱۴۲۷ھ بمطابق ۱۷/فروری ۲۰۰۷ء بروز جمعہ نماز جمعہ سے قبل فرمایا، اس بیان کو مولانا ابرار حسین صاحب سلمہٗ نے نقل فرمایا (ادارہ......)

اَلْحَمْدُلِلّٰہ،اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَصَفِیُّہٗ وَخَلِیْلُہٗ اَللّٰھُمَّ فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی ھٰذَاالنَّبِیِّ الْکَرِیْمِ وَالرَّسُوْلِ السَّیِّدِالسَّنَدِ الْعَظِیْمِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ.

اَمَّا بَعْدُ !فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ .

لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْکَافِرِینَ أَوْلِیَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِینَ صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلَانَا الْعَظِیْمُ

معزز حضرات! اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں غیر مسلموں کے ساتھ قلبی اور دلی محبت رکھنے اور ان کے ساتھ دوستی کرنے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے، اور ایک آدھ موقع پر نہیں، بلکہ کئی مواقع پر اللہ تعالیٰ نے کافروں کے ساتھ دوستی اور محبت سے، اور ان کی طرف جھکنے اور مائل ہونے سے منع فرمایا ہے، جس کو عربی زبان میں موالات کہا جاتا ہے، موالات کے معنیٰ محبت اور دوستی کے آتے ہیں، چنانچہ میں نے جو آیت تلاوت کی ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْکَافِرِینَ أَوْلِیَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِینَ (سورۃالبقرۃ، آیت نمبر ۲۸)

’’کہ مؤمنین کافروں کو دوست نہ بنائیں مؤمنوں کو چھوڑ کر‘‘

یعنی اگر دوست بنانا ہے تو مومن کو بنائیں، کافر کو ہرگز دوست نہ بنائیں۔

اور ایک موقع پر اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو دوسرے انداز میں اس طرح بیان فرمایا کہ:

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلَاۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رَاکِعُوْنَ (سورۃ المائدہ، آیت نمبر ۵۵)

کہ بلاشبہ تمہارے دوست اللہ اور اس کا رسول اور وہ لوگ ہیں، جو ایمان لائے، اور وہ نماز قائم کرتے ہیں، اور زکاۃ ادا کرتے ہیں، اور وہ رکوع کرتے یعنی باجماعت نمازیں پڑھتے ہیں

مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو خبر دار ہو جانا چاہئے کہ یہود و نصاریٰ اور کوئی بھی کافر ان کے دوست نہیں ہو سکتے، بلکہ مومنوں کے دوست ایک تو اللہ ہیں اور دوسرے اس کے رسول ﷺ ہیں اور تیسرے مومن ہیں، ان تین کے علاوہ کوئی اور ان کا حقیقی دوست نہیں ہوسکتا، چاہے وہ دوستی کا اظہار کرے، تب بھی حقیقت میں وہ دوست نہیں ہوسکتا۔ اور ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَاتَتَّخِذُوا الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَکُمْ ھُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَالْکُفَّارَ اَوْلِیَاءَ وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (سورہ مائدہ آیت نمبر ۵۷)

کہ اے ایمان والو! اپنے سے پہلے والے اہلِ کتاب میں سے اُن لوگوں کو دوست نہ بناؤ جنہوں نے تمہارے دین کو مذاق اور کھیل بنا رکھا ہے، اور کافروں کو بھی دوست نہ بناؤ، اور اللہ سے ڈرو، اگر تم ایمان والے ہو۔

تو اس قسم کی اور اس مضمون کی مختلف آیات قرآن مجید میں موجود ہیں، جن میں واضح طور پر کافروں سے اور غیر مسلموں سے دوستی اور محبت کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

اس لئے کافروں اور غیر مسلموں سے دوستی کرنا اور ان سے محبت و مودت کا رشتہ قائم کرنا جائز نہیں بلکہ حرام ہے، اور آخرت کے علاوہ دنیا کے اعتبار سے بھی انتہائی خطرناک ہے؛ مگر یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ دینِ اسلام میں کافروں سے جائز معاملات کرنے سے منع نہیں کیا گیا، بلکہ موالات سے منع کیا گیا ہے، اور موالات کے معنیٰ قلبی دوستی، اور دلی میلان کے آتے ہیں، اور ایسی دوستی اور محبت اور دلی تعلق کے قائم کرنے کی کسی کافر سے ہرگز اور ہرگز اجازت نہیں، البتہ مؤمن سے ایسا تعلق قائم کرنے میں کوئی گناہ نہیں یاد رکھئے کہ موالات کافروں سے کسی بھی صورت میں جائز نہیں ہے، چاہے کافر مسلمانوں سے اچھا برتاؤ کر رہے ہوں، یا برا سلوک کر رہے ہوں، چاہے وہ مسلمانوں کے ساتھ مقابلہ کر رہے ہوں، یا ان کے ماتحت ہو کر رہ رہے ہوں، کسی بھی صورت میں کافروں سے دلی محبت رکھنا، ان سے گہرا تعلق رکھنا جائز نہیں اور ان کی طرف مائل ہونے اور ان کی معاشرت، اور ان کے طور طریقے کو اختیار کرنے کی اسلام میں اجازت نہیں دی گئی۔ البتہ موالات کے علاوہ معاملات اور بعض دوسرے تعلقات کی اجازت دی گئی ہے۔

کافروں سے جائز معاملات کا حکم

کافروں سے عام حالات میں معاملات کرنا جائز ہے، معاملات کے معنیٰ آتے ہیں، خرید و فروخت کرنا، لین دین کے معاملات کرنا، کافروں کے ساتھ یہ معاملات عام حالات میں جائز ہیں، اسی طرح ان

کی ملازمت کرنا یا ان کو اپنا ملازم رکھنا یہ چیزیں بھی عام حالات میں بوقتِ ضرورت جائز ہیں، لیکن یہ شرط ہے کہ اس سے اپنے دین کو کوئی نقصان نہ پہنچ رہا ہو، اور مسلمانوں کے عام معاملات اس سے متأثر نہ ہو رہے ہوں، ورنہ اگر مسلمانوں کو اس سے نقصان پہنچتا ہو، تو اس وقت ان کے ساتھ معاملات کرنے سے بھی پرہیز کرنا چاہئے، جیسا کہ کافروں کے ہاتھ اسلحہ فروخت کرنا یہ اس لئے بھی منع ہے کہ جب ان کے پاس اسلحہ و بارود ہوگا، تو وہ اس کو مسلمانوں کے خلاف استعمال کریں گے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچا سکیں گے بہرحال کافروں کے ساتھ معاملات کرنا، ان کو کوئی چیز فروخت کرنا، یا ان کی کوئی چیز خریدنا، لین دین کا معاملہ کرنا، اس کی عام حالات میں ضرورت کے تحت اجازت ہے۔ کیونکہ اگر اس کی بھی اجازت نہ دی جائے تو اس سے تمدنی زندگی کا سلسلہ متاثر ہوسکتا ہے۔ اور کسی سے خرید و فروخت وغیرہ کا معاملہ کرنا اس سے دوستی محبت یا ہمدردی کی نشانی نہیں ہوتی، چنانچہ جو شخص کسی چیز کی تجارت کرتا ہے تو اس کے پاس خریدنے والے ہر قسم کے لوگ آتے ہیں، اپنے بھی، اجنبی بھی، مسافر بھی، پڑوسی بھی، کافر بھی، اور مسلمان بھی، اور وہ اس سے خریدتے ہیں، اور چلے جاتے ہیں، ان کے ساتھ بس اس درجے کا تعلق ہوتا ہے، اسی طریقے سے مسلمان بھی کافر سے خریدتے ہیں، اس لئے کفار سے جائز چیزوں کی خرید و فروخت کرنا بذاتِ خود کوئی ممنوع چیز نہیں ہے۔

کافروں کے ساتھ مواسات کا حکم

اسی طرح کسی ضرورت مند اور محتاج کافر کی انسانی ہمدردی کی خاطر مدد کر دینا اور اس کی ضرورت پوری کر دینا بھی عام حالات میں جائز ہے، جس کو شریعت کی زبان میں مواسات کہا جاتا ہے۔ مواسات کے معنٰی ظاہری ہمدردی کرنے کے آتے ہیں، مثلاً کوئی غریب ہو، اس کی ضرورت کو پورا کر دینا، خواہ وہ کافر ہو، یا مسلمان؛ یا مثلاً کسی پیاسے کو پانی پلا دینا اگر کوئی کافر بھی پیاسا ہو تو اس کو پانی پلایا جاسکتا ہے، یا اگر وہ بھوکا ہو تو اس کو کھانا کھلایا جاسکتا ہے؛ اس کو مواسات کہا جاتا ہے۔ اس قسم کا طرزِ عمل دراصل ایک انسانی ہمدردی میں داخل ہے، کیونکہ اس قسم کی ہمدردی انسانیت کے ناطے ہوتی ہے، کہ کسی کی کوئی ضرورت پوری کر دینا، کوئی مصیبت اور پریشانی ہو تو اس کا ہاتھ بٹا دینا اس کو تکلیف سے بچا لینا، کافروں کے ساتھ اس قسم کی مواسات اور ہمدردی کا عمل شرعاً جائز ہے، اور اس کی بھی ایک حد تک اجازت دی گئی ہے۔

کافروں کے ساتھ مدارات کا حکم

ایک اور چیز کی بھی کافروں کے ساتھ اجازت ہے، جسے شریعت مدارات کا نام دیتی ہے، مدارات کے معنی

ظاہری طور پر خاطر مدارات کرنے کے آتے ہیں، کہ اگر مثلاً کسی وجہ سے کوئی کافر آپ کا مہمان ہوا ہے، تو اس کی ایک مہمان ہونے کے ناطے سے آؤ بھگت کرنا اور اگر اس کے ساتھ کوئی بات چیت کرنی پڑ گئی ہے، تو اچھے اخلاق کے ساتھ اور اچھی زبان کے ساتھ اس کے ساتھ بات چیت کرنا، اور اگر اس سے کوئی معاملہ پیش آ گیا ہے تو اس کے ساتھ حسنِ سلوک کے ساتھ پیش آنا، اچھے اخلاق سے پیش آنا یہ مواسات کہلاتا ہے، اور اس کی بھی اجازت ہے، بشرطیکہ موالات اور دلی دوستی تک نوبت نہ پہنچے۔

چونکہ یہ دنیوی چیزیں ہیں، اور شریعت جس طریقے سے ہمیں دین کے معاملات سکھاتی ہے، اسی طریقے سے دنیا کے معاملات بھی سکھاتی ہے، دنیا کے معاملات متاثر ہونے سے انسان کے دینی معاملات بھی متاثر ہوتے ہیں اس لئے بہت سے ایسے احکام دیئے گئے ہیں جن سے دنیا کا نظام صحیح طریقے پر چل سکے، تاکہ دین بھی متاثر نہ ہو، غرضیکہ کفار کے ساتھ اس طرح سے پیش آنے کو مدارات کہا جاتا ہے، یہ بھی اپنی حدود میں رہتے ہوئے جائز ہے۔ اور یہ جو معاملات شریعت نے کافروں کے ساتھ جائز رکھے ہیں، یہ اس کافر کے ساتھ بھی عام حالات میں جائز ہیں، جو اسلامی ملک میں رہ رہے ہوں، اور ان کافروں کے ساتھ بھی جائز ہیں، جو کافروں کے ملک میں رہ رہے ہوں، ذمی ہوں یا حربی۔ [1]

اور انہیں کھلے عام اپنے عبادت خانے بنانے کی اجازت نہیں ہوگی، وہ اگر عبادت کریں گے تو چھپے ہوئے انداز میں کریں گے، اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری قرار دیا جاتا ہے کہ وہ کافر جس مذہب سے تعلق رکھتا ہو اس مذہب کی نشانی اور علامت بھی ظاہر کر کے وہاں رہے، تاکہ پتہ چل سکے کہ یہ مسلمان نہیں ہے، بلکہ کافر ہے، چونکہ اسلامی ملک میں بہت سے ایسے کام ہوتے ہیں جن کے لئے مسلمان ہونا ضروری ہوتا ہے، مثلاً نکاح کے لئے دو گواہ ہوتے ہیں ان کا مسلمان ہونا ضروری ہے، ذبح کرنے کے لیے مسلمان ہونا ضروری ہے، اس طرح کی اور بھی بہت سی چیزیں ہیں، جن میں مسلمان ہونا ضروری ہے، تو اس طرح واضح علامت سے یہ معلوم ہو سکے گا کہ یہ مسلمان نہیں ہے اور اس کے ہاتھ کا ذبیحہ درست نہیں

---

[1] حربی وہ کافر ہے، جو کافروں کے ملک میں رہتا ہو؛ اور ذمی وہ ہے جو مسلمانوں کے ملک میں مخصوص کے تحت رہتا ہو، جب اسلامی طریقے پر جہاد ہوتا ہے، اور کسی جگہ پر مسلمان باقاعدہ غلبہ حاصل کر لیتے ہیں اور وہاں اسلام کے قوانین نافذ ہو جاتے ہیں، تو کچھ کافر ایسے ہوتے ہیں جو کہ قید ہو جاتے ہیں، تو ان میں سے جو مرد ہوتے ہیں ان کو شرعی طریقے پر غلام اور جو عورتیں ہوتی ہیں ان کو باندیاں بنایا جاتا ہے۔ جو کافر ایسے ہوتے ہیں کہ مقابلہ نہ کریں بلا مقابلہ ہی ہتھیار ڈال دیں، اور مسلمانوں کے ساتھ رہنا گوارا کریں، تو ایسی صورت میں ان کے کچھ احکامات شریعت نے بتلائے ہیں کہ مسلمانوں کے اُس ملک میں ان پر ٹیکس لگایا جائے گا اور وہ ٹیکس ادا کریں گے، اور وہ دین کا مذاق نہیں بنائیں گے، اور مسلمانوں کو نقصان نہیں پہنچائیں گے، انہیں خفیہ طریقہ پر اپنی مذہبی عبادات کرنے کی بھی اجازت دی جائے گی، لیکن ان کو اسلامی ملک میں اپنے مذہب کی تبلیغ کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔

IdaraGhufran

ہے، نیز اس کی گواہی کن کن معاملات میں قبول ہوگی اور کن میں نہیں، دارالاسلام میں اس طرح رہنے والے کافروں کو ذمی کہا جاتا ہے۔

دلی محبت اور دوستی کسی کافر کے ساتھ جائز نہیں

بہرحال اس تفصیل سے یہ معلوم ہوگیا کہ کافر خواہ کسی بھی قسم کا کافر ہو، چاہے اپنا ملازم ہو یا اپنا افسرِ بالا ہو یا کوئی عام انسان ہو، چاہے اسی ملک کا باشندہ ہو، یا دوسرے ملک کا باشندہ ہو، چاہے اس سے خرید وفروخت اور تجارت ہورہی ہو یا نہ ہورہی ہو؛ چاہے ضرورت مند غریب ہو؛ یا امیر ہو؛ یا اپنا مہمان ہو؛ یا مسلمان اس کا مہمان ہو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر قسم کے کافروں کے ساتھ دوستی کرنے سے اور محبت کرنے سے منع فرمایا ہے، اور ان کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا دشمن قرار دیا ہے، کہ وہ تمہارے دشمن ہیں کبھی تمہارے دوست نہیں ہوسکتے لہٰذا کسی بھی صورت میں کافر کے ساتھ محبت کرنا اور اس کے ساتھ دلی لگاؤ رکھنا جائز نہیں ہے، البتہ معاملات اور مدارات ومواسات کی اپنی اپنی حدود میں رہ کر اجازت ہے۔

کافروں کی طرف مائل ہونے اور ان کے ساتھ تشبہ اختیار کرنے پر شدید وعید

اور ایک مقام پر تو اللہ تعالیٰ نے کافروں کی طرف مائل ہونے اور ان کے ساتھ دوستی کرنے بلکہ ان کے ساتھ تشبہ اختیار کرنے پر بڑی سخت وعید سنائی ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

وَلَا تَرْكَنُوْا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ (سورۃ هود آیت ۱۱۳)

یعنی اے مسلمانو! تم ظالموں کی طرف مت جھکو، کبھی تم کو آگ نہ پہنچ جائے، اور تمہارے لئے اللہ کے علاوہ کوئی دوست نہ ہو، اور پھر تمہاری کسی کی طرف سے حمایت بھی نہ ہو۔

اس آیت میں ظالموں اور کافروں کی طرف جھکنے سے جو منع کیا گیا ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ ان کی طرف دل کا میلان نہ ہو، اور ان سے دوستی نہ ہو، اور ان کے اعمال کو پسند نہ کیا جائے، اور ان کی شکل وصورت اور فیشن اور رہن سہن کو اختیار نہ کیا جائے، یا دوسرے لفظوں میں ان کے ساتھ تشبہ اختیار نہ کیا جائے۔

اور کافروں کی طرف مائل ہونے پر اتنی سخت وعید سنائی گئی ہے کہ اس کی وجہ سے تمہیں جہنم کی آگ پہنچ جائے گی، اور پھر کوئی تمہارا دوست اور مددگار نہ ہوگا۔

مگر افسوس کہ آج بہت سے مسلمانوں کا اور خاص طور پر نوجوانوں اور نئی آنے والی نسل کا، کافروں کی طرف میلان اور رجحان بڑھ رہا ہے، کافروں کے ساتھ دوستی میں فخر محسوس کیا جاتا ہے، ان کے ساتھ رہنے

کو پسند کیا جاتا ہے، ان کے طور وطریقہ کو پسند اور اختیار کیا جاتا ہے، ان کے کلچر اور فیشن کو اختیار کیا جاتا ہے، اوران کی قومی یا مذہبی رسوم اور رواج کو اپنایا جاتا ہے، جوکہ بہت خطرناک صورتِ حال ہے۔ [1] بہرحال آج کافروں کی طرف میلان اور رجحان اور ان کے طور وطریقوں کو اختیار کرنے کے باوجود، دوسری طرف یہ صورتِ حال ہے کہ اگر کسی کافر کی طرف سے کوئی بات خلافِ اسلام سامنے آتی ہے، تواس پراحتجاج کیا جاتا ہے، جیسا کہ آج کل یہ سلسلہ چلا ہوا ہے، اوراس میں بھی کافروں کا کوئی نقصان کرنے کے بجائے اپنا ہی نقصان کرتے ہیں، چنانچہ آج کل جو کافروں کے خلاف احتجاج ہورہے ہیں، ان میں مسلمان اپنی ہی املاک کونقصان پہنچارہے ہیں، اپنی ہی جانوں کونقصان پہنچارہے ہیں، اپنی سرکاری، یا نیم سرکاری، یا ذاتی املاک کو تباہ کررہے ہیں، سڑکیں بند کرکر کے ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری ہونے سے روک رہے ہیں، اوراگر کوئی جائز اور حلال طریقے پر کاروبار کررہا ہوتواحتجاج وہڑتال کے دوران اس کوکاروبار کرنے سے منع کرتے ہیں، چاہے وہ مجبور ہی کیوں نہ ہو، مزدور وملازم کوچھٹی کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے، لیکن اس کے برعکس جولوگ رات دن حرام کاروبار کررہے ہیں، سود کا کاروبار کررہے ہیں، کافروں کے طریقے پر اپنے معاملات چلارہے ہیں، توان کو کوئی بھی ملامت نہیں کرتا، اور جولوگ غمی وخوشی کی رسمیں کافروں اور ہندوؤں کی طرح کررہے ہیں، انہیں کوئی روکنے اورمنع کرنے والانہیں، لیکن احتجاج وہڑتال کے دوران بے چارے غریبوں اورمزدوروں کو جائز اور حلال کاروبار اورمحنت ومزدوری کرنے سے روکا جاتا ہے۔ ایک صاحب کامضمون پڑھا، کہ وہ ہندوستان سے پاکستان آئے ہوئے تھے، انہوں نے عجیب وغریب صورتِ حال دیکھی، وہ لاہور میں ایک ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے تھے، رات کو انہیں نیند نہیں آسکی، وہ بڑے پریشان ہوئے کہ وہ پاکستان کا نام سن کر آئے تھے، کہ یہاں کچھ اچھی چیزیں دیکھنے یا سننے کوملیں گیں، مگر یہاں توان کی نیند ہی اڑگئی، رات بھر بڑے پریشان رہے، کیونکہ رات بھر بسنت کا شوروشرابہ تھا، اور بسنت ایک ہندوانہ تہوار ہے، یہ صاحب اس صورتِ حال سے بڑے

---

[1] ویشمل النھی حینئذ مداھنتھم وترک التغییر علیھم مع القدرة والتزنی بزیھم وتعظیم ذکرھم ومجالستھم من غیر داع شرعی وکذا القیام لھم ونحو ذلک ، ومدار النھی علی الظلم والجمع باعتبار جمعیة المخاطبین ، وقیل :إن ذلک للمبالغة فی النھی من حیث أن کونھم جماعة مظنة الرخصة فی مداھنتھم مثلاً ، وتعقب بأنه إنما یتم أن لو کان المراد النھی عن الرکون إلیھم من حیث أنھم جماعة ولیس فلیس(تفسیر الآلوسی)

والرکون:ھو المحبة والمیل بالقلب، وقال أبو العالیة :لا ترضوا بأعمالھم .قال السدی :لا تداھنوا الظلمة . وعن عکرمة :لا تطیعوھم .وقیل :لا تسکنوا إلی الذین ظلموا(تفسیر البغوی)

پریشان ہوئے، کہ بسنت تو ہندؤں کا تہوار ہے، مگر ہندوستان میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے، اور پاکستان میں وہ تہوار منایا جارہا ہے، اور جو پتنگ بازی کے لئے ڈور لی جارہی ہے وہ ڈور بھی ہندوستان سے ہی تیار ہو کے آرہی ہے، اوراس ڈور کا نام بھی ہندوانہ ہے، بلکہ ان کے دیوی دیوتاؤں کے ناموں پر ہے، اور بسنت کے موقعے پر اسلحہ کا بھی کھلا استعمال ہورہا ہے، اوراس میں جان کا ضیاع بھی ہورہا ہے، اور مال کا ضیاع بھی ہورہا ہے۔ اور دوسری طرف پاکستانی عوام یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم ہندوستان کے مخالف ہیں، تو اس نے لوگوں سے کہا کہ آپ لوگ ہندؤں کے مخالف کیسے ہیں؟ آپ تو ہندوانہ تہوار منا کران کے ساتھ دوستی اور تعلق کا اظہار کررہے ہیں، اوران سے بھی دو ہاتھ آگے بڑھ رہے ہیں۔

مؤثر طرزِ عمل کیا ہے؟

یہ بات یادرکھنے کی ہے کہ جب تک کسی عمل میں دو چیزیں نہ ہوں وہ کوئی وزن اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی قدرو قیمت نہیں رکھتا۔ ایک اخلاص اور دوسرا صدق۔

اخلاص کے معنی ہیں نیت کا صحیح ہونا، اور صدق کے معنی ہیں طریقے کا صحیح ہونا، یعنی طریقہ اور نیت دونوں صحیح ہوں جب نیت اور طریقہ دونوں صحیح ہوں تب وہ عمل موثر اور نتیجہ خیز ہوا کرتا ہے، اگر نیت میں بگاڑ وفتور پیدا ہو جائے، نیت فاسد ہو، غرض فاسد ہو تو چاہے عمل کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو، وہ بے اثر رہتا ہے، نتیجہ خیز نہیں ہوتا، جیسا کہ دکھلاوے کے طور پر نماز پڑھنا...... اسی طریقہ سے اگر نیت میں تو اخلاص ہو مگر عمل صحیح نہ ہو جیسے کوئی نماز اخلاص کے ساتھ پڑھ رہا ہو، مگر غلط طریقے پر پڑھ رہا ہو تو وہ قبول نہیں ہوتی...... اور یہ مروَّجہ ہڑتال اور بائیکاٹ کے ایسے جذباتی طریقے جن میں اپنا نقصان کیا جائے، اور دوسرے مسلمان بھائیوں کو جانی و مالی نقصان پہنچایا جائے، یہ غیر اسلامی طریقے ہیں، ان کا شریعت وسنت سے میل نہیں ملتا، تو یہ طریقے صدق کے خلاف ہیں، اور جو لوگ اپنی شہرت اور نام آوری کے لئے یہ حرکات کررہے ہیں، یہ نیت کا بگاڑ اور اخلاص کا فقدان ہے...... اصل بائیکاٹ تو کافروں سے دوستی اور محبت نہ کرنا ہے، اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے کافروں سے دوستی اور محبت کرنے سے منع فرمایا ہے، چاہے کوئی دین کا مذاق بنارہا ہو یا نہ بنارہا ہو، مگر ہماری دوستی اور محبت تو کافروں سے اسی طرح پر قائم ہے، اور ہماری معاشرت انہی کے طریقے پر قائم ہے، اگر ہماری معاشرت اور طور طریقے انہی کے سے ہوں گے تو اس بارے میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

من تشبه بقوم فهو منهم (سنن ابی داؤد باب لبس الشهرة)

﴿بقیہ صفحہ ۶۴ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بسلسلہ: فقہی مسائل (نماز کے احکام: قسط ۱۰) مفتی محمد امجد حسین

نماز کے اندرونی فرائض

رکوع

رکوع جھکنے کو کہتے ہیں جس کی کم سے کم حد یہ ہے کہ دونوں ہاتھ دراز کرے تو گھٹنوں تک پہنچ جائیں (اگر گھٹنوں تک ہاتھ نہ پہنچیں تو ایسا جھکنا قیام کی حالت کو نہیں بدلتا پیچھے قیام کی بحث میں بھی اس کی کچھ وضاحت گزر چکی ہے اسی طرح صرف سر جھکانا بھی رکوع کے لئے کفایت نہیں کرتا)

پورا رکوع یہ ہے کہ پیٹھ سیدھی بچھائے یعنی سر اور پیٹھ اور سرین ایک سیدھ میں ہو جائیں۔ بیٹھ کر نماز پڑھنے کی صورت میں رکوع کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ سر اور کم کسی قدر جھک جائیں اور مکمل رکوع اس حالت میں یہ ہے کہ پیشانی اس کے دونوں زانوؤں کے مقابل آ جائے۔ کسی کی کُبڑا پن یا بڑھاپے کی وجہ سے کمر اس حد تک جھکی ہوئی ہو جو رکوع کی حد ہے تو اس کے رکوع کے لئے اتنا کافی ہے کہ اپنے سر کو ذرا جھکا دے۔ نماز کے ارکان کی ترتیب میں رکوع کا موقع قرأت سے فراغت کے بعد ہے (ھوالاصح)۔ ہر رکعت میں ایک رکوع فرض ہے۔

سجود

زمین پر پیشانی رکھنا سجدہ کہلاتا ہے۔ ہر رکعت میں دو مرتبہ سجدہ فرض ہے (نص سے نفسِ سجدہ کا ثبوت ہوتا ہے اس میں تکرار کا نہیں اس لئے دوسرا سجدہ حدیث اور اجماع امت سے ثابت وفرض ہے) سجدہ کا مکمل درجہ یہ ہے کہ پیشانی اور ناک دونوں زمین پر لگائے (پیشانی کا کچھ بھی حصہ زمین پر لگ جانا فرض ہے اور پیشانی کا اکثر حصہ کا لگانا واجب ہے) کسی معتبر عذر کی وجہ سے ناک اور پیشانی میں سے ایک پر اکتفاء کیا تو جائز ہے (لیکن عذر کی وجہ سے جب صرف ناک پر سجدہ کرے تو ناک کا سخت حصہ زمین پر لگانا ضروری ہے، صرف ناک کا نرم حصہ یعنی ناک کا سرا لگانا اس حالت میں سجدہ کی ادائیگی کے لئے کافی نہیں) اور بغیر عذر کے صرف پیشانی لگائی ناک زمین پر نہ ٹکائی تو کراہت کے ساتھ سجدہ ادا ہوگا اور بلا عذر صرف ناک لگائی اور پیشانی زمین پر نہ لگائی تو سجدہ ادا نہ ہوگا نماز جائز نہ ہوگی (عندالصاحبین وھوالمفتیٰ بہ) اور صرف

Idara Ghufran

رخسار یا ٹھوڑی لگانے سے سجدہ متحقق وادا نہیں ہوتا خواہ عذر سے ہو یا بلا عذر (کیونکہ سجدہ حقیقی سے عذر ہو تو اس کا متبادل اشارہ سے سجدہ کرنا ہے نہ کہ رخسار یا ٹھوڑی پر سجدہ کرنا)

کسی نرم چیز پر جس میں پیشانی اور ناک دھنستے چلے جائیں اور قرار نہ پکڑیں اس پر سجدہ کرنے سے سجدہ ادا نہ ہوگا جیسے گھاس، روئی، فوم، گدا وغیرہ۔ ہاں سجدہ میں جاتے ہی ناک اور پیشانی قرار پکڑ لیں کہ جگہ کی سختی محسوس ہونے لگے اور مزید نہ دبے تو سجدہ جائز و درست ہے۔

سجدہ کی جگہ پاؤں کی جگہ سے آدھ گز شرعی (ایک بالشت یعنی اندازاً بارہ انگل) تک اونچی ہو تو سجدہ جائز ہے، اس سے زیادہ اونچی ہو تو بلا عذر جائز نہیں عذر ہو جیسے عید وغیرہ کی نماز میں غیر معمولی ہجوم و اژدھام کی وجہ سے آگے کی صف والوں کی پیٹھ پر سجدہ کرنا پڑ جائے تو جائز ہے، ایسی مجبوری کے حالات میں دوسرے کی پشت پر سجدہ جائز ہونے کے لئے درج ذیل شرائط ہیں۔

(۱)......سجدہ نمازی کی پشت پر ہو یعنی جو نماز نہ پڑھ رہا ہو اس کی پشت پر نہ ہو۔

(۲)......سجدہ کرنے والے اور جس کی پشت پر سجدہ کر رہا ہے دونوں ایک ہی نماز پڑھ رہے ہوں، یہ نہیں کہ وہ کوئی اور نماز پڑھ رہا ہے یہ کوئی اور۔

(۳)......سجدہ کرنے والے کے گھٹنے کم از کم زمین پر لگے اور ٹکے ہوئے ہوں۔ ۴۔ جس کی پشت پر سجدہ کرے اس کا سجدہ زمین پر ہو (لیکن ایسی حالت میں اگر یہ جماعت کی نماز نہ ہو تو دوسرے کی پیٹھ پر سجدہ کرنے کی بجائے تاخیر اور انتظار کرنا بہتر ہے کہ اگلے نماز سے فارغ ہو جائیں پھر دوسرے لوگ پڑھیں)

اگر پورے سجدہ میں دونوں پاؤں کا کوئی حصہ بھی زمین پر نہیں لگا نہیں رکھا تو سجدہ نہیں ہوا، اگر کسی عذر سے ایک پاؤں یا پاؤں کی ایک یا زیادہ انگلیاں رکھنے پر اکتفا کیا تو بوجہ عذر کے بغیر کراہت کے سجدہ ادا ہو گیا، بلا عذر ایسا کیا تو کراہت کے ساتھ سجدہ ادا ہوگا (شامی)

اگر سوتے میں رکوع سجدہ کیا تو وہ معتبر نہیں ہوا اس کا اعادہ کرے اس طرح بیہوشی میں بھی معتبر نہیں۔ البتہ اگر رکوع یا سجدہ میں بیداری کی حالت میں کیا پھر دوران رکوع یا سجدہ سو گیا تو وہ سجدہ معتبر ہے۔

قعدہ اخیرہ

نماز کی رکعتیں پوری کر کے التحیات میں بیٹھنا تشہد کی مقدار میں (یعنی اتنی دیر آخری قعدہ میں بیٹھنا جتنی دیر میں التحیات لِلّٰہ سے لے کر عبدہٗ ورسولہٗ تک پڑھا جا سکے) فرض ہے۔

قعدہ اخیرہ،فرض،واجب،سنت،نفل سب نمازوں میں فرض ہے(جیسا کہ تکبیرتحریمہ،قرأت،رکوع،سجدہ بھی ان سب نمازوں میں فرض ہے)

خروج بصنعہ

یعنی اپنے اختیار وارادہ کے ساتھ نماز سے نکلنا بھی فرائض نماز میں سے ہے۔ [۱]

درج بالا فرائض نماز کے ارکان اور اصلی درجہ کے فرائض ہیں جن کے مجموعہ سے نماز کا ڈھانچہ قائم ہوتا ہے۔ان کے علاوہ نماز کے متعلق کچھ اضافی درجہ کے متفرق فرائض بھی ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱)......نماز کے ان ارکان کا ترتیب کے ساتھ ادا ہونا فرض ہے،جو ہر رکعت میں یا پوری نماز میں مکرر نہیں جیسے قیام،رکوع اور قعدہ اخیرہ (باقی جو ارکان ہر رکعت میں مکرر ہیں جیسے سجدے یا تمام نماز میں مکرر ہیں جیسے عدد رکعات ان میں ترتیب فرض نہیں واجب ہے) پس غیر مکرر ارکان میں ترتیب فرض ہونے کی وجہ سے اگر رکوع کو قیام سے پہلے کیا یا سجدہ کو رکوع سے پہلے کیا یا قعدہ اخیرہ کو سجدہ سے پہلے کیا تو یہ نا قابل اعتبار ہوگا،جب رکوع قیام سے پہلے کیا تو دوبارہ قیام کی طرف لوٹے قیام کر کے پھر رکوع کرے(پہلے رکوع کا کوئی اعتبار نہیں) تاکہ ترتیب جو فرض تھی اس کے مطابق نماز ادا ہو جائے اور (جو بے ترتیبی کی اس کی وجہ سے) سجدہ سہو بھی اس پر لازم ہے،اس طرح سجدہ رکوع سے پہلے کیا تو پھر رکوع کر کے سجدہ کرے آخر میں سجدہ سہو کرے،اسی طرح سجدہ چھوڑ کر قعدہ اخیرہ میں بیٹھ گیا یا رکوع چھوڑ کر سجدہ کیا یا نہیں کیا اور قعدہ میں بیٹھ گیا تو جہاں سے ترتیب خراب کی اس کے بعد کے سارے ارکان دوبارہ ترتیب سے ادا کرے یعنی قعدہ چھوڑ کر رکوع میں جائے،پھر سجدے کرے،پھر قعدہ کرے اور سجدہ سہو کر کے نماز مکمل کرے (واضح رہے کہ ان سب صورتوں میں ترتیب کی فرضیت کا ازالہ دوبارہ وہ ارکان ترتیب سے ادا کرنے کے ساتھ ہی کیا گیا ہے،سجدہ سہو فرضیت کا بدل نہیں،بلکہ سجدہ سہو تو اس لئے کیا گیا ہے کہ اول وہلے میں ترتیب کی رعایت نہیں کی ایک دفعہ بے ترتیبی کرنے کے بعد پھر ترتیب قائم کی گئی ہے اس لئے سجدہ سہو کیا گیا بخلاف ان مکرر ارکان کے جن میں ترتیب واجب ہے جیسے عدد رکعات اور سجود کہ ان میں بے ترتیبی کے ازالہ کے لئے دوبارہ وہ سارے ارکان ترتیب سے پڑھنے کا حکم نہیں بلکہ نماز کے اندر کسی بھی موقع پر یاد آنے پر صرف وہ چھوٹا ہوا رکن ادا کرے اور آخر میں سجدہ سہو کرے۔

(۲)......نماز کے فرض ارکان میں مقتدی کے لئے امام کی متابعت بھی فرض ہے کہ ان میں سے ہر رکن

---

[۱] ایک وجوب کا قول بھی ہے(ردالمحتار ۱/۴۳۶)

میں مقتدی امام کے ساتھ یا امام کے بعد شریک ہوا گر امام سے پہلے مکمل رکن ادا کیا تو نماز نہ ہوگی مثلاً امام سے پہلے رکوع کر کے اٹھ گیا اور امام ابھی رکوع میں پہنچا بھی نہیں؛ تو رکوع نہیں ہوا، ہاں اس صورت میں اگر امام کے ساتھ پھر اس رکن میں شریک ہوگیا یا امام کے بعد وہ رکن (سلام پھیرنے سے پہلے ہی) ادا کر لیا تو نماز صحیح ہوجائے گی۔

(۳)......مقتدی کے لئے یہ بھی فرض ہے کہ اس کے امام کی نماز اس کے خیال کے مطابق صحیح ہو گو امام نے ایسا عمل کیا ہو کہ خود امام کے مذہب میں وہ عمل مفسد نماز ہو۔

جیسے حنفی مقتدی شافعی امام کے پیچھے نماز پڑھے اور امام ذکر یعنی ستر غلیظ کو نماز میں چھو لے۔ [۱]

(۴)......مقتدی کا اپنے امام سے آگے نہ بڑھنا یعنی قبلہ کی جانب مقتدی کی ایڑی امام کی ایڑی سے آگے نہ ہو ورنہ اقتداء معتبر نہ ہوگی اور مقتدی کی نماز صحیح نہ ہوگی۔

(۵)......جہت میں امام کا مخالف نہ ہونا (جیسے تحری کے مسئلہ میں اندھیرے میں اس کی نوبت آسکتی ہے)

---

[۱] احناف کے نزدیک نماز میں یہ عمل مفسد نماز نہیں اور شوافع کے نزدیک مفسد ہے اب قطع نظر اس سے کہ خود امام کے مذہب کی روء سے اس کی نماز فاسد ہوگئی۔ لیکن مقتدی کے مذہب کی رو سے امام کا یہ عمل مفسد نہیں اس لئے امام نے یہ نماز مکمل کی تو مقتدی کی نماز صحیح ہوگی برخلاف اس کے اگر امام کا کوئی عمل مقتدی کے مذہب میں مفسد نماز ہو گو امام کے مذہب میں مفسد نہ ہو تو اس صورت میں مقتدی کی نماز اس کی اقتداء میں صحیح نہ ہوگی (اس مسئلہ میں بعض اہلِ علم کی تحقیق اس کے برعکس بھی ہے، یعنی ایسی صورت میں امام کے مذہب کی رو سے امام کی نماز کی صحت مقتدی کی نماز کی صحت کے لئے بھی کافی ہے، خواہ مقتدی کے مذہب کی رو سے امام کوئی مفسدِ نماز عمل کر چکا ہو، لیکن ہمارے نزدیک یہ تحقیق راجح نہیں ہے) اس مسئلہ میں بہت زیادہ ابتلاج یا عمرہ پر جانے والے غیر حنبلیوں خصوصاً حنفیوں کو حرمین کے حنبلی ائمہ کے پیچھے وتر پڑھنے کی صورت میں پیش آتا ہے کہ وہ حضرات دو رکعت پہ سلام پھیر کر ایک وتر الگ سلام سے پڑھتے ہیں۔ جو کہ فقہ حنفی کی روء سے مفسد نماز عمل ہے اس لئے حنفی المذہب کو وتر حنبلی ائمہ کی اقتداء میں نہیں پڑھنے چاہئیں۔ الگ پڑھے۔ اس موضوع پر تفصیل کے لئے حضرت اقدس مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم کا محققانہ رسالہ ''غیر حنفی کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا حکم'' ملاحظہ فرمائیں۔

بسلسلہ: آدابُ المعاشرت

مفتی محمد رضوان

صفائی اور نظافت کے آداب (قسط۱)

اسلام میں صفائی؛ نظافت، پاکیزگی اور جمال کی ایسی جامع اور کامل و مکمل تعلیم دی گئی ہے کہ جو کسی اور مذہب میں ملنا ناممکن ہے۔

طہارت اور پاکی کے احکام تو شریعت نے مستقل طور پر اپنے مقام پر بیان کر ہی دیئے ہیں، لیکن جو چیزیں طہارت میں داخل نہیں بلکہ نظافت؛ صفائی وستھرائی اور جمال میں داخل ہیں، ان پر بھی شریعت نے ایسے انداز سے روشنی ڈالی ہے کہ زندگی کے کسی ادنیٰ سے ادنیٰ اور چھوٹے سے چھوٹے پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کیا اور اس سلسلہ میں پائی جانے والی افراط وتفریط سے بھی بچنے کا پورا پورا اہتمام کیا ہے۔

اسلام کے علاوہ دنیا کے دیگر مذاہب میں تو حقیقی طہارت کا کوئی تصور ہی نہیں پایا جاتا، صرف چند رسمی چیزوں کا نام طہارت رکھ دیا گیا ہے، اور اگر نظافت وصفائی کا کوئی تصور پایا جاتا ہے، تو وہ بھی صرف سطحی اور ظاہری اور بہت محدود ہے، اور کسی بھی طرح سے افراط وتفریط سے پاک نہیں، جس میں تکبر؛ فخر؛ ریاء کاری؛ دِکھلاوے؛ اور تصنع وتکلف اور اسراف وفضول خرچی اور بے پردگی وعریانی جیسے گناہ اور اخلاقی بیماریاں بھی جگہ پانے کی مستحق ہیں۔

مگر شریعت کا نظافت اور پاکیزگی وجمال کا نظام اس قسم کی بے اعتدالیوں سے بالکل پاک ہے، اس میں نہ تو چند رسمی چیزوں کا نام نظافت وپاکیزگی رکھا گیا ہے، اور نہ ہی نظافت وپاکیزگی اور جمال کے مفہوم میں تکبر؛ ریاء کاری؛ اور تصنع وتکلف جیسی خرابیاں سمانے کی گنجائش ہے، اور نہ ہی اس عنوان سے اسراف اور فضول خرچی کو جائز رکھا گیا ہے، اور نہ ہی زیب وزینت کے اظہار کے نام پر بے راہ روی اور بے پردگی و فحاشی کی اجازت دی گئی ہے۔

صفائی وستھرائی جہاں ایک طرف عبادت ہے، وہاں دوسری طرف اپنے اور دوسرے لوگوں کو تکلیف سے بچانے اور راحت فراہم کرنے کا بھی ذریعہ ہے، جو کہ اسلامی معاشرت کی بنیاد ہے۔

اسلام میں نظافت وپاکیزگی اور جمال کی صفت کا تعلق اللہ تعالیٰ کی صفت کے ساتھ قائم کیا گیا ہے، چنانچہ ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

لاَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ .قَالَ رَجُلٌ إِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ أَنْ يَكُونَ ثَوْبُهُ حَسَنًا وَنَعْلُهُ حَسَنَةً .قَالَ إِنَّ اللَّهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ الْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ (مسلم، کتاب الایمان،باب تحریم الکبر وبیانہ)

ترجمہ: جنت میں وہ شخص داخل نہیں ہوگا،جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر تکبر ہو، ایک شخص نے کہا کہ آدمی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اور اس کے جوتے اچھے ہوں،تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: بے شک اللہ تعالیٰ جمیل ہیں،اور جمال کو پسند فرماتے ہیں۔تکبر تو حق سے اعراض کرنے اور لوگوں کو حقیر سمجھنے کا نام ہے(ترجمہ ختم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صفائی ستھرائی جمال میں داخل ہے،اور اللہ تعالیٰ اس کو پسند فرماتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفت جمیل ہے،لیکن تکبر کو اللہ تعالیٰ سخت ناپسند فرماتے ہیں،جس کی حقیقت حق کا انکار کرنا اور حق سے اعراض کرنا اور لوگوں کو اپنی نظر میں حقیر سمجھنا ہے۔

اور ایک حدیث میں ہے،کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّهُ لا يَدْخُلُ شَيْءٌ مِنَ الْكِبْرِ الْجَنَّةَ قَالَ فَقَالَ قَائِلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَتَجَمَّلَ بِسَبْقِ سَوْطِي وَشِسْعِ نَعْلِي فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ ذَلِكَ لَيْسَ بِالْكِبْرِ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ إِنَّمَا الْكِبْرُ مَنْ سَفِهَ الْحَقَّ وَغَمَصَ النَّاسَ بِعَيْنَيْهِ(مسنداحمد حدیث نمبر ۱۶۵۷۴)[1]

ترجمہ: جنت میں تکبر نام کی کوئی چیز داخل نہ ہوگی،ایک کہنے والے شخص نے کہا کہ اے اللہ کے رسول میں تو جمال کو پسند کرتا ہوں،اپنے کوڑے اور اپنے جوتے کے تسمے تک میں بھی،تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ یہ تکبر نہیں ہے،بے شک اللہ عزوجل جمیل ہیں،اور جمال کو پسند فرماتے ہیں۔تکبر تو حق سے اعراض کرنے اور لوگوں کو اپنی نظر میں حقیر سمجھنے کا نام ہے(ترجمہ ختم)

اور ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے بخل سے بچنے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے اظہار کی اس طرح فضیلت بیان فرمائی کہ:

---

[1] قال الهيثمي:
رَوَاهُ أَحْمَدُ ، وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ ، وَرَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ وَالْأَوْسَطِ .(مجمع الزوائد ج۵ ص ۱۳۲ ،باب إظهار النعم واللباس الحسن)

إِنَّ اللَّـهَ يُحِبُّ أَنْ يَرَى أَثَرَ نِعْمَتِهِ عَلَى عَبْدِهِ (ترمذی،ابواب الادب عن رسول اللہ ﷺ،باب ما جاء إن الله تعالى يحب أن يرى أثر نعمته على عبده) ۱

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ اپنی نعمت اس کے بندے پر ظاہر ہو(ترجمہ ختم)

اور ایک حدیث میں ارشاد ہے، کہ:

" إِنَّ اللَّـهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَّالَ وَيُحِبُّ أَنْ يَرَى أَثَرَ نِعْمَتِهِ عَلَى عَبْدِهِ (مسند ابی یعلیٰ الموصلی حدیث نمبر ۱۰۱۸) ۲

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ جمیل ہیں،اور جمال کو پسند فرماتے ہیں۔

اور اس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ اس کی نعمت کا اثر اس کے بندے پر ظاہر ہو(ترجمہ ختم)

اور ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے افراط تفریط سے بچنے کی بھی ساتھ ہی تعلیم فرمادی ہے، چنانچہ فرمایا کہ:

كُلُوا وَاشْرَبُوا وَتَصَدَّقُوا وَالْبَسُوا فِي غَيْرِ مَخِيلَةٍ وَلَا سَرَفٍ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ أَنْ تُرَى نِعْمَتُهُ عَلَى عَبْدِهِ (مسند احمد حدیث نمبر ۶۷۰۸ واللفظ لہٗ،مستدرک حاکم حدیث نمبر ۷۱۸۸، مسند الطیالسی حدیث نمبر ۲۳۶۳) ۳

ترجمہ: (اپنی حسبِ حیثیت اچھا) کھاؤ اور پیو اور صدقہ کرو، اور لباس پہنو؛ لیکن نہ تو تکبر کے ساتھ ہو اور نہ ہی اسراف وفضول خرچی کے ساتھ ہو، بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ ان کی (دی ہوئی) نعمت ان کے بندے پر ظاہر ہو(ترجمہ ختم)

---

۱ وقال الترمذی:
وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِيهِ وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ أَبُو عِيسَى هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ(حوالہ بالا)

۲ قال الهيثمي:
رَوَاهُ أَبُو يَعْلَى ، وَفِيهِ عَطِيَّةُ الْعَوْفِيُّ ، وَهُوَ ضَعِيفٌ ، وَقَدْ وُثِّقَ (مجمع الزوائد ج۵ ص ۱۳۲،باب إظهار النعم واللباس الحسن)

۳ قال الحاكم :هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الإِسْنَادِ ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ(حوالہ بالا)
وقال الذهبي في التلخيص :صحيح(حوالہ بالا)

Idara Ghufran

اس حدیث میں ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے اظہار کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے، اور دوسری طرف افراط وتفریط سے بچنے کے لئے تکبر اور فضول خرچی سے منع کردیا گیا ہے۔

اور عورت کے اجنبیوں کے سامنے زینت وجمال کے اظہار میں چونکہ فتنہ تھا، اس لئے شریعت نے فتنہ سے بچنے کا انتظام اس طرح سے فرمایا کہ عورت کو اجنبیوں کے سامنے اپنی زینت ظاہر کرنے سے منع کردیا گیا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ(سورہ نور آیت نمبر ۳۱)

ترجمہ: اور عورتیں اپنی اوڑھنیوں کو اپنے اوپر اوڑھ لیا کریں، اور زینت کو (نامحرموں کے سامنے) ظاہر نہ کیا کریں (ترجمہ ختم)

اور عورتوں کے لئے یہاں تک فرمادیا گیا، کہ:

وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ(حوالہ بالا)

ترجمہ: اور عورتیں اپنے پیروں کو اس طرح زمین پر نہ ماریں جس سے ان کی چھپی ہوئی زینت (مثلاً زیور کی آواز) ظاہر ہو (ترجمہ ختم)

ظاہر ہے کہ نظافت اور جمال کا ایسا پاک اور جامع نظام کہ جس میں کسی خرابی کی گنجائش نہ ہو، خالق ومالک کے علاوہ اور کوئی عطا نہیں کرسکتا، یہ سب اسلام ہی کی خوبی ہے۔

اور ایک حدیث میں یہ قصہ مذکور ہے کہ:

أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ سَيِّءُ الْهَيْئَةِ ، فَقَالَ :أَلَكَ مَالٌ ؟ قَالَ :نَعَمْ مِنْ كُلِّ أَنْوَاعِ الْمَالِ ، قَالَ :فَلْيُرَ عَلَيْكَ ، فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يُحِبُّ أَنْ يَرَى أَثَرَهُ عَلَى عَبْدِهِ حَسَنًا وَلَا يُحِبُّ الْبُؤْسَ وَالتَّبَاؤُسَ (المعجم الكبير للطبرانی حديث نمبر ۵۱۷۰)[۱]

ترجمہ: نبی ﷺ کے پاس بُرے حلیہ میں ایک شخص حاضر ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ کیا آپ کے پاس مال ہے؟ تو اس نے کہا کہ جی ہاں، ہر قسم کا مال ہے، تو رسول اللہ

---

[۱] قال الهيثمی:
رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ ، وَتَرْجَمَ لِزُهَيْرٍ ، وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ (مجمع الزوائد ج۵ص ۱۳۲ ،باب إظهار النعم واللباس الحسن)

ﷺ نے فرمایا، کہ پھر وہ آپ کے اوپر نظر آنا چاہیے، اور بے شک اللہ عزوجل اس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ اپنے بندے پر مال کے اچھے اثر کو دیکھیں اور اللہ تعالیٰ برے حلیہ اور فقر وفاقہ اور تنگدستی کے اظہار کو پسند نہیں فرماتے (ترجمہ ختم)

اور ایک حدیث میں ہے کہ:

فَرَآهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ فِي هَيْئَةِ أَعْرَابِيٍّ، فَقَالَ لَهُ": مَا لَکَ مِنْ مَالٍ؟"، قَالَ: مِنْ كُلِّ الْمَالِ قَدْ آتَانِي اللَّهُ، قَالَ": فَإِنَّ اللَّهَ إِذَا أَنْعَمَ عَلَى الْعَبْدِ نِعْمَةً أَحَبَّ أَنْ تُرَى عَلَيْهِ (المعجم الكبير للطبرانی حديث نمبر ۱۵۹۷۹ واللفظ لهٗ، المعجم الاوسط حديث نمبر ۳۶۵۳، المعجم الصغير حديث نمبر ۴۸۹، صحيح ابن حبان) [1]

ترجمہ: نبی ﷺ نے پراگندہ اور گردوغبار اور دیہاتی کے حلیہ میں ایک شخص کو دیکھا تو اس کو فرمایا کہ کیا آپ کے پاس مال نہیں ہے؟ تو اس نے کہا کہ جی ہاں، اللہ تعالیٰ نے مجھے ہر قسم کا مال عطا فرمایا ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کہ بے شک اللہ تعالیٰ جب بندے کو نعمت عطا فرمائیں تو اس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ وہ نعمت اس بندے پر ظاہر بھی ہو (ترجمہ ختم)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ میلے کچیلے اور پراگندہ حالت والے انسان کو پسند نہیں فرماتے، اور صفائی اور ستھرائی اور اپنے بندے پر اپنی عطا کردہ نعمتوں کے اظہار کو پسند فرماتے ہیں۔

بشرطیکہ دکھلاوے اور تکبر کی غرض سے نہ ہو۔

اور ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ:

إن الله طيب يحب الطيب ، نظيف يحب النظافة ، كريم يحب الكرم ، جواد يحب الجود ، فنظفوا بيوتكم ، ولا تشبهوا باليهود التي تجمع الأكناف في دورها (مسند ابی یعلیٰ حديث نمبر ۷۵۹)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ پاکیزہ ہیں اور پاکیزگی کو پسند فرماتے ہیں، صاف ستھرے ہیں، اور

---

[1] قال الهيثمي:
رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الصَّغِيرِ ، وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ (مجمع الزوائد ج۵ ص ۱۳۲ ،باب إظهار النعم واللباس الحسن)

صفائی ستھرائی کو پسند فرماتے ہیں، کریم ہیں، اور کرم کو پسند فرماتے ہیں، بہت زیادہ سخی ہیں اور سخاوت کو پسند فرماتے ہیں۔ لہٰذا تم اپنے گھروں کو بھی صاف ستھرا رکھا کرو اور یہودیوں کے ساتھ مشابہت اختیار نہ کیا کرو، جو کہ کوڑے کرکٹ کو اپنے گھروں میں جمع کر کے رکھتے ہیں (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت نظیف ہونا بھی ہے، اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نظافت اور صفائی کو پسند فرماتے ہیں۔ اور اسلام میں نظافت اور صفائی کی اتنی تاکید ہے، کہ اپنے گھروں کو بھی صاف ستھرا رکھنے کا حکم ہے، اور جب گھروں کو صاف ستھرا رکھنے کا حکم ہے تو خود انسان کے صاف ستھرا رہنے کا حکم کیونکر نہیں ہوگا؟

اور بعض احادیث میں اپنے گھروں کے باہر والے حصوں کو بھی صاف ستھرا رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ:

ان اللہ نظیف یحب النظافۃ جواد یحب الجود کریم یحب الکرم طیب یحب الطیب فنظفوا افنیتکم ولا تشبھوا بالیھود التی تجمع الاکباء فی دورھا (الکنی والاسماء للدولابی حدیث نمبر ۸۶۷)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نظیف ہیں، اور نظافت کو پسند فرماتے ہیں، اور بہت زیادہ سخی ہیں اور سخاوت کو پسند فرماتے ہیں، اور کریم ہیں اور کرم کو پسند فرماتے ہیں، اور پاکیزہ ہیں اور پاکیزگی کو پسند فرماتے ہیں۔ لہٰذا تم اپنے گھروں کی فناؤں (یعنی اردگرد کے حصوں) کو بھی صاف ستھرا رکھا کرو اور یہودیوں کے ساتھ مشابہت اختیار نہ کیا کرو، جو کہ کوڑے کرکٹ کو اپنے گھروں میں جمع کر کے رکھتے ہیں (ترجمہ ختم)

اس قسم کا مضمون اور بھی کئی روایات میں آیا ہے۔ [1]

صفائی کی اس سے زیادہ کیا اہمیت ہوگی؛ کہ گھروں سے باہر کے حصوں تک کو بھی صاف ستھرا رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ مگر افسوس کہ آج کے دور کے اکثر مسلمان اسلام کی اس اہم تعلیم سے غافل ہیں۔ (جاری ہے)

---

[1] عن صالح بن ابی حسان قال سمعت سعید بن المسیب یقول: ان اللہ طیب یحب الطیب نظیف یحب النظافۃ کریم یحب الکرم جواد یحب الجود فنظفوا اراہ قال افنیتکم ولا تشبھوا بالیھود قال فذکرت ذالک لمھاجر بن مسمار فقال حدثنیہ عامر بن سعد بن ابی وقاص عن ابیہ عن النبی ﷺ مثلہ الا انہ قال نظفوا افنیتکم (ترمذی، باب ماجآء فی النظافۃ واللفظ لہٗ، مسند ابی یعلیٰ الموصلی حدیث نمبر ۷۶۰)

قال ناصر الدین الالبانی فی تحقیق المشکاۃ: حسن (درذیل حدیث نمبر ۴۴۸۷، باب الترجل، الفصل الاول)

Idara Ghufran

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ   اصلاحی مجلس: حضرت مولانا ڈاکٹر حافظ تنویر احمد خان صاحب

کائنات میں تدبر اور اصلاحِ نفس (قسط۴)

حضرت عارف باللہ، ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب مدظلہم نے یہ بیان جامعہ اشرفیہ، لاہور میں صیانۃ المسلمین کے پندرہویں اجتماع کے موقعہ پر مؤرخہ ۱۳/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۴ھ، بمطابق ۳/ اکتوبر ۱۹۹۳ء کو فجر کی نماز کے بعد فرمایا، جس کا دورانیہ تقریباً پون گھنٹہ پر مشتمل تھا، اور حاضرین کی تعداد، چار پانچ سو کے لگ بھگ تھی، اس بیان کو جناب مولانا جمیل احمد صاحب حیدرآبادی نے ٹیپ سے نقل کیا، اور عنوانات مرتب فرمائے، اور حضرت والا کی اجازت سے کتابت واصلاح کے بعد پہلی مرتبہ ماہنامہ التبلیغ میں اس کی افادۂ عام کے لیے اشاعت ہو رہی ہے (ادارہ)

ذکر وفکر سارے تصوف کا نچوڑ

میرے عزیز سامعین! اس پوری تقریر کے اندر ہمیں دو باتیں ملی ہیں ایک تو ذکر کی بات ہے اور دوسری فکر کی بات ہے، ایک تذکر ہے اور دوسرے تفکر ہے اور دراصل اس آیت کے اندر سارے تصوف اور روحانیت کا نچوڑ ہے کہ اس کے اندر دو چیزیں یعنی تفکر وتذکر بیان کی گئی ہیں اور اس انداز سے بیان کی گئی ہیں، کہ اگر ایک کو دوسرے سے جدا کر دیا جائے تو تصوف مکمل نہیں ہوتا؛ اور روحانیت مکمل نہیں ہوتی اور ان دونوں چیزوں کے بغیر کوئی بھی سالک اپنی منزل پر نہیں پہنچ سکتا۔

کثرتِ ذکر

ان دو کاموں میں سے پہلا کام ذکر کا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کو یاد کرے؛ اور ایسے طریقہ سے یاد کرے، جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ انسان اتنا ذکر کرے کہ لوگ اس کو کہنے لگیں ''اِنَّکَ مَجْنُوْنٌ'' کہ یہ پاگل ہو گیا ہے کہ یہ تو ہر وقت ذکر میں مشغول رہتا ہے اس کو تو کوئی دوسرا کام ہی نہیں ہے، تو اتنا ذکر ہونا چاہئے کہ اس کے کرتے رہنے سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی یاد زبان سے دل میں اُتر جائے اور دل میں بیٹھ جائے۔

درجہ احسان کا حصول

حقیقت یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ بھی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو تعلیم کیا اور جو ذکر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو بتایا اور جو تعلیم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو دی، اس کی ایک عظیم الشان برکت ہے، جس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہا کہ پڑھو:

"اَشْهَدُاَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّااللّٰهُ وَاَشْهَدُاَنَّ مُحَمَّدًاعَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ"

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ اور برکت تھی کہ اس کو درجہ احسان اُسی وقت حاصل ہو جاتا تھا۔

احسان کیا ہے؟

اور وہ درجۂ احسان کیا ہے؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی مشہور حدیث ہے کہ حضرت جبرائیل نے کچھ سوالات کیئے تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوکر کہ "ماالایمان"، "ماالاسلام" اور "ماالاحسان"، تو باقی باتیں تو بعد میں ہوتی رہیں گی۔

ان میں سے "ماالاحسان" کے بارے میں جواب ملاأن تعبد اللّٰہ کَاَنَّکَ تَرَاہ، کہ جب تو عبادت کررہا ہو تو یہ سمجھے کہ تو اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے تو یہ احسان کا درجہ ہے، پھر فرمایا کہ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ، اگر تو یہ نہیں کرسکتا کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھے تو، یہ تو کرسکتا ہے کہ تجھ کو اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے، "وَذَالِکَ اَدنیٰ دَرجةً" اور یہ اس کا ادنیٰ درجہ ہے، تو جب تک احسان کی حقیقت نہیں پائی جائے گی، اس وقت تک اس کو درجۂ احسان حاصل نہ ہوگا، اور احسان کا یہ درجہ حاصل کرنے کے لئے ذکر وفکر دونوں چیزیں ضروری ہیں، انہیں کی برکت سے احسان کے درجہ تک پہنچا جاسکتا ہے۔

ہماری ساری زندگی عبادت ہے

پھر عبادت کو کسی وقت کے ساتھ خاص نہیں رکھا گیا، بلکہ زندگی کی تمام چیزوں کو عبادت کا درجہ دے دیا گیا، ہمارے دینِ اسلام کے اندر ساری زندگی عبادت ہے، ہمارا اُٹھنا، بیٹھنا، چلنا، پھرنا، کھانا پینا، سب عبادت میں داخل ہیں۔

اور دنیا کا کوئی ایسا مذہب نہیں، کوئی ایسا قانون نہیں جس کے اندر یہ بتایا جائے کہ سونا بھی عبادت ہو اور اگر آپ رفعِ حاجت کے لئے جائیں تو وہ بھی عبادت ہو اور اگر آپ بیوی کے پاس جائیں تو وہ بھی عبادت ہو، بلکہ اسلام سے پہلے یہ کوئی تصور نہیں تھا، یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امت کو عطاء فرمایا۔

ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بیت الخلاء میں داخل ہو تو بایاں پاؤں رکھو اور یہ دعا پڑھو "اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَعُوذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبائِثِ" اس کے ذریعہ سے یہ سارا عمل تمہارا عبادت میں

Idara Ghufran

داخل ہوگیا، آپ اندازہ لگائیں کہ کون تصور کرسکتا ہے کہ پیشاب، پاخانہ کرنا بھی عبادت میں داخل ہے لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارک نے اس امت کو اس طریقہ سے یہ چیزیں عطا کیں؛ مثلاً جس وقت انسان حق زوجیت کے وقت شہوت کے کنارے پر ہوتا ہے اور وہاں اللہ کا تصور کرنا، اللہ کو یاد کرنا کسی کے ذہن میں نہیں ہوتا۔

لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمل کو بھی عبادت میں داخل کیا اور یہ فرمایا کہ اس عمل سے پہلے یہ دعا پڑھ لیا کرو:

بِسْمِ اللَّهِ اللَّهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبُ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا (بخاری)

ہر عمل عبادت ہے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا عجیب شان تھی کہ انہوں نے اس امت کو کیا کیا اللہ تعالیٰ کے حکم سے عطاء کیا اور ہمارے کسی عمل کو عبادت سے خالی نہیں چھوڑا۔

اور فرمایا کہ گھر سے نکلو تو بایاں پاؤں پہلے باہر نکالو اور کہو:

بِسْمِ اللهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللهِ لاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ (ترمذی)

تو جب تک باہر رہو گے عبادت میں رہو گے، گھر میں داخل ہو تو بسم اللہ پڑھ کر دعا پڑھو:

اَللّٰهُمَّ إِنِّى أَسْأَلُكَ خَيْرَ الْمَوْلَجِ وَخَيْرَ الْمَخْرَجِ بِسْمِ اللهِ وَلَجْنَا وَبِسْمِ اللهِ خَرَجْنَا وَعَلَى اللهِ رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا (ابوداؤد)

تو گھر میں رہنا عبادت میں شامل ہے۔

سوتے ہوئے اللہ کو یاد کرلو یہ دعا پڑھ لو:

اللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ أَمُوْتُ وَأَحْيَا (بخاری)

یا اللہ میں آپ ہی کا نام لے کر سوتا ہوں اور آپ ہی کے نام سے مرتا ہوں اور آپ ہی کے نام سے زندہ ہوتا ہوں اور آپ ہی کے پاس لوٹ کر جاؤں گا، تو یہ ساری چیزیں عبادت میں داخل ہیں۔

ہر عمل میں رضائے الٰہی مقصود ہے

عبادت کا تعلق ذکر وفکر سے ہے کہ جب تک ہمیں یہ معلوم نہ ہو کہ ہم کس کے ہیں اور کس کا کام کر رہے ہیں، کس کی رضا چاہئے، کس کے غلام ہیں کس کے قانون کے پابند ہیں، اس وقت تک عبادت کامل نہیں

ہوتی، موضوع بہت بڑا ہے، اور میرے پاس وقت بہت کم ہے، لیکن تھوڑی سی باتیں آپ کے سامنے بیان کر کے اس موضوع کو ختم کر رہا ہوں۔

غور وفکر کی فضیلت

یہ جو غور وفکر ہے، اس کا درجہ تمام صحابہ کرام اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ذکر سے افضل بتایا ہے ''فکر ساعۃ خیر من قیام لیلھا'' حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک ساعت فکر کرنا ساری رات کھڑے ہو کر عبادت کرنے سے افضل ہے۔

قلب کی روشنی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ فرماتے ہیں کہ یہ غور وفکر کرنا، انسان کے قلب کے اندر نور اور روشنی پیدا کرتا ہے، اور میری یہ ایک عادت ہے کہ جب میرے قلب کے اندر تھوڑا سا بخار آ جاتا ہے تو میں اس کو درست کرنے کے لئے کسی ویرانے میں نکل جاتا ہوں اور وہاں جا کر میں ان کھنڈرات کو دیکھ کر یہ کہتا ہوں کہ ''اَیْنَ اَھْلِیْک'' کہاں گئے تمہارے ساتھ رہنے والے، کون تھے تمہارے مالک؛ کون اس میں آباد تھے؛ کیا ہوا ان کو؟

ہر چیز فانی ہے

پھر میں خود ہی کہتا ہوں کہ ''کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ'' سب چیزیں ہلاک ہونے والی ہیں، سب چیزیں کھنڈرات بننے والی ہیں، سب فنا ہونیوالی ہیں، سوائے ذاتِ وحدہٗ اللہ وحدہ لاشریک کے، کہ وہی ذات باقی رہنے والی ہے، تو اس سے میرے قلب کا سارا بخار دور ہو جاتا ہے، معلوم ہوا کہ تفکر سے قلب کے اندر روشنی پیدا ہوتی ہے، نور پیدا ہوتا ہے اور ایمان کی روشنی پیدا ہوتی ہے۔

بسلسلہ : اصلاحُ العلماء والمدارس مفتی محمد رضوان

دینی موضوع عملی زندگی سے متعلق ہونا چاہئے

آج کل کثرت سے دیکھنے میں آرہا ہے کہ دین کے موضوع کو بھی بہت سے لوگوں نے ایک ذہنی تفریح کا ذریعہ بنالیااور خیالی دنیا کی چیز سمجھ لیا ہے۔

چنانچہ سیاسی میدان ہو یا معاشی یا کوئی اور میدان ہو، ہر جگہ کم وبیش اس کے اثرات نظر آتے ہیں اور دینی ذہن رکھنے والا اہلِ علم کا ایک طبقہ بھی اس مزاج ومذاق کے قریب تر ہوتا جارہا ہے،

حالانکہ اس بات میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ دین اسلام عملی زندگی سے متعلق موضوع کو اہمیت دیتا ہے اور اسی پر بحث کرتا ہے،اور جس چیز کا عملی زندگی سے کوئی تعلق نہ ہو اور اس کا اپنے نامۂ اعمال سے تعلق نہ ہو،اس سے کنارہ کشی کی تعلیم دیتا ہے،البتہ علمی حد تک بقدرضرورت اہل حضرات کو بحث وتمحیص کی اجازت دیتا ہے۔

مگر آج ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے لوگوں نے دین کوایک ہیولیٰ بنا رکھا ہے،جس میں نہ عقائد ونظریات کا ذکر ہے،اور نہ ہی نماز وروزے کا اور نہ ہی حلال وحرام معاملات کا اور نہ ہی اچھے اور بُرے اخلاق کا۔

بلکہ ہواؤں میں تیر مار کر دین کی اصل روح کو مسخ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے،

مثلاً بعض لوگ اس موضوع کو بہت اہمیت دیتے ہیں کہ حضرت مہدی علیہ الرحمۃ پیدا ہو چکے ہیں یا نہیں، اور یہ کہ وہ کون سے سال میں ظاہر ہوں گے اور کونسی صدی ہوگی وغیرہ وغیرہ۔

حالانکہ شریعتِ مطہرہ نے ان کی پیدائش اور ظہور کے بارے میں کسی متعین مہینے اور متعین سال وصدی کی نشاندہی نہیں فرمائی، البتہ اس کے بجائے کچھ حالات وآثار کی نشاندہی ضرور فرمائی ہے،اور مختلف فتنوں کے رونما ہونے کی خبر دی ہے،اور اس موقع سے متعلق عملی ہدایات عطا فرمائی ہیں کہ اس زمانے میں لوگوں کے ایمان کی کیا حالت ہوگی؟ اور کس کس قسم کے گناہ عام ہوں گے وغیرہ وغیرہ۔

لہٰذا اس کا تقاضا یہ تھا کہ اپنے ایمان اور اعمال کا جائزہ لیا جاتا،اور ایمان کو پختہ کرنے ،اعمال صالحہ کو اختیار کرنے اور گناہوں سے تائب ہونے کی طرف متوجہ ہوا جاتا، کیونکہ ان چیزوں کا ہی عملی زندگی سے تعلق ہے،مگر افسوس کہ ان چیزوں سے قطع نظر کرکے فضول بحثوں میں لگ کر اپنا وقت برباد کیا جاتا ہے۔

Idara Ghufran

اسی طرح مثلاً آج کل بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ دجال کسی خاص فرد وشخصیت کا نام نہیں، بلکہ ایک کردار کا نام ہے، اس قسم کا کردار جس قوم اور جس ملک کی طرف سے بھی رونما ہوگا، اس کو دجال قرار دیا جائے گا اور آج کے دور میں مثلاً اسرائیل یا امریکہ کا کردار دجال کی طرح ہے، اس لئے وہی دجال ہیں وغیرہ وغیرہ۔

حالانکہ یہاں بھی وہی اصولی غلطی ہے، بلکہ اس سے بھی بڑی غلطی ہے، کیونکہ اولاً تو شریعت کی طرف سے واضح طور پر بتلا دیا گیا ہے کہ دجال دراصل ایک خاص شخص اور فرد ہوگا۔

اور دوسرے دجال کی طرف سے پیش آنے والے فتنوں کی نشاندہی بھی کر دی گئی ہے کہ مثلاً دجال لوگوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالے گا اور لوگ اس کے جال میں پھنس کر اپنے ایمان کو تباہ و برباد کریں گے۔ اور دجال کے فتنے سے محفوظ رہنے کے لئے فلاں فلاں عمل مؤثر ہوگا۔

تو دجال کے ظہور وخروج کے متعلق بھی شریعت کی طرف سے پیش کردہ عملی تعلیمات کو اختیار کرنا چاہئے اور اپنے ایمان کو پختہ کرنا چاہئے۔

اسی طرح مثلاً کہا جاتا ہے کہ قرآن مجید کی فلاں سورت یا فلاں آیت کے اتنے نمبر ہیں، اور ان نمبروں کے مجموعہ سے امریکہ میں رونما ہونے والے گیارہ ستمبر کے واقعہ کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

حالانکہ یہ بھی خود ساختہ اور فضول تصور ہے، جس کا عملی زندگی سے کوئی تعلق نہیں اور اس کے بجائے مسلمانوں کو متحد و متفق ہونا چاہئے اور کافروں کے شر وظلم اور سازشوں سے نجات کا جو طریقہ شریعت نے عملی زندگی سے متعلق تجویز کیا ہے اسے اختیار کرنا چاہئے۔

اسی طرح مثلاً کہا جاتا ہے کہ قیامت فلاں سنہ اور فلاں سال آئے گی اور دنیا کی کل عمر اتنی اور اتنی ہوگی اور اب فلاں سال اور فلاں سنہ چل رہا ہے، لہٰذا قیامت کے آنے میں اب اتنا اور اتنا عرصہ باقی رہ گیا ہے، حالانکہ شریعت نے قیامت کے قائم ہونے کے متعلق کسی خاص سال اور صدی کی تعیین نہیں فرمائی بلکہ اس کی کچھ علامات ضرور بتلائی ہیں۔ اور وہ کئی قسم کی علامات ہیں، کچھ دور زمانے سے تعلق رکھتی ہیں اور کچھ قریب زمانے سے تعلق رکھتی ہیں اور کچھ درمیانے زمانے سے تعلق رکھتی ہیں، لیکن وہ علامات کونسے سن وسال میں ظاہر ہوں گی اور کونسے سال وسن میں ختم ہونگی، ان چیزوں سے شریعت نے خاموشی اختیار کی ہے، اس کا تقاضا یہ تھا کہ قیامت کے وقوع سے متعلق کسی خاص سن وسال کی تعیین کی بحثوں سے بچا جاتا اور قیامت کے دن سے متعلق اپنی زندگی کے اعمال درست کر کے تیاری کی جاتی۔

اس طرح مثلاً کہا جاتا ہے کہ چاند پر فلاں چیز کی تصویر ہے یا فلاں کلمہ لکھا ہوا ہے، اور اس میں مختلف آراء پائے جانے پر بحث ومباحثہ اور اختلاف کیا جاتا ہے۔

حالانکہ شریعت نے اس بحث میں پڑنے کی تعلیم نہیں دی، بلکہ چاند کو انسانوں کی خدمت وراحت کے لئے پیدا کیا ہے، اور انسانوں کو اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے، اس لئے اس کا تقاضا یہ تھا کہ اپنی پیدائش کے مقصود میں عملی طور پر مشغول ہوا جاتا اور اس قسم کی بحثوں میں الجھ کر اپنے وقت کو برباد کرنے سے بچا جاتا۔

اسی طرح مثلاً اس پر بحث کی جاتی ہے کہ چاند پر زندگی کے آثار کو حاصل کرلیا جائے گا یا نہیں؟ اور حاصل کر لیا جائے گا تو اس میں کتنا عرصہ لگے گا وغیرہ وغیرہ۔

حالانکہ یہ بحث بھی فضول ہے، اس کے بجائے چاند کے خالق ومالک کی عبادت واطاعت میں لگنا چاہئے۔

اسی طرح مثلاً کہا جاتا ہے کہ فلاں فلاں سیارہ زمین سے قریب ہوتا جارہا ہے، اور اندیشہ ہے کہ وہ زمین پر نہ گر پڑے اور اس کی وجہ سے زمین پر بسنے والے انسانوں کے لئے خطرہ نہ پیدا ہوجائے، اور اگر ایسا ہوا تو وہ زمین کے کونسے حصے کو زیادہ متاثر کرے گا اور کون سے حصے کو کم متاثر کرے گا وغیرہ وغیرہ۔

حالانکہ شریعت نے اس قسم کی آفات وبلیات سے حفاظت کے لئے توبہ واستغفار اور اعمالِ صالحہ کا نسخہ فراہم کیا ہے، اس کو اختیار کرنا چاہئے۔

یہ تو میں نے چند مثالیں دی ہیں، ورنہ واقعہ یہ ہے کہ آج کل فضول بحثوں اور فضول موضوعات کا معاشرہ میں ایک طوفان برپا ہے، جس کا عملی زندگی سے کوئی تعلق نہیں اور جن چیزوں کا عملی زندگی سے تعلق ہے، ان کو نظر انداز کیا ہوا ہے مذکورہ مثالوں سے ان موضوعات اور بحثوں کی حقیقت کو سمجھنا کوئی بھی مشکل نہیں اس لئے ضرورت ہے کہ عوام الناس عموماً اور اہلِ علم خصوصاً اس فتنہ کو سمجھیں اور اس سے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کریں۔

میڈیا، ذرائع ابلاغ اور اخبار وجرائد ورسائل پر نظر ڈالنے سے اس قسم کے موضوعات اور بحثوں کا ایک اتنا بڑا انبار نظر آتا ہے کہ جس کو پڑھنا اور سننا اور دیکھنا بھی دراصل اپنی قیمتی زندگی کو فضولیات اور خیالی دنیا کے نذر کرنے دینے کے مترادف ہے۔

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو بے مقصد زندگی گزارنے کے بجائے بامقصد زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

Idara Ghufran

علم کے مینار

مفتی محمد امجد حسین

مسلمانوں کے علمی کارناموں و کاوشوں پر مشتمل سلسلہ

سرگذشت عہدِ گُل (قسط ۲۲)

(سوانح حضرتِ اقدس مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم)

مضمون کا درجِ ذیل حصہ مفتی صاحب موصوف کا خودنوشتہ ہے

مولوی محمد دین اشرفی صاحب رحمہ اللہ سے تعلق

کوہاٹی بازار میں مسجد امیر معاویہ کے قریب ہی ایک بزرگ خاموش طبیعت کے رہا کرتے تھے، جن کا نام مولوی محمد دین اشرفی صاحب تھا، یہ میری اقتداء میں نماز پڑھنے کے لئے تشریف لاتے تھے، چند ہی دنوں بعد ان سے شناسائی حاصل ہوگئی اور یہ پتہ چلا کہ یہ تو وہی بزرگ ہستی ہیں جنہوں نے حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی سینکڑوں کتب سے انتخاب کرکے تصوف سے متعلق ایک عظیم الشان کتاب ''شریعت وطریقت'' کے نام سے ترتیب دی ہے، اور میں نے حضرت مسیح الامت رحمہ اللہ کے پاس قیام کے آخری دنوں میں حضرت کے حسبِ حکم اس کتاب کا مطالعہ کیا تھا، اور اس وقت سے ہی اس کتاب کو ترتیب دینے والی شخصیت کی صلاحیت ومحنت کا اندازہ ہوگیا تھا، کہ اس کتاب کے قاری کو کتاب کے مطالعہ کے دوران یہ احساس بھی نہیں ہوتا کہ یہ کتاب صاحبِ مضامین کی اپنی تالیف ہے، یا کہ کسی دوسرے شخص نے سینکڑوں کتب میں منتشر مضامین کو حسنِ ترتیب سے جمع کیا ہے۔

بہرحال یہ معلوم ہونے کے بعد ان بزرگ سے تعلق وعقیدت میں اضافہ ہوگیا اور وقتاً فوقتاً ان سے سلام ودعا کے علاوہ قریب میں واقع ان کے مکان میں ان کی خدمت میں حاضری شروع ہوگئی۔

اور طرفین سے متعدد مرتبہ ایک دوسرے کی دعوت وضیافت کا سلسلہ جاری رہا، ان کے ساتھ نشست وبرخاست سے پتہ چلا کہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ سے ان کا تعلق اس طرح قائم ہوا تھا کہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی حیات اور ان صاحب کی نوجوانی کی عمر میں کوہاٹی بازار میں تھانہ بھون سے ہجرت کرکے ایک صاحب یہاں رہائش پذیر تھے، اور ان کے پاس حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے الگ الگ حصوں میں شائع شدہ مواعظ موجود تھے، انہوں نے مولوی محمد دین صاحب کو ایک وعظ مطالعہ کرنے کے

Idara Ghufran

لئے دیا اور کہا کہ آپ یہ مطالعہ کر کے مجھے واپس کر دیں میں پھر آپ کو مطالعہ کے لئے دوسرا وعظ دے دوں گا، اس پہلے وعظ کے مطالعہ سے ہی انہیں حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے مواعظ کا چسکا پڑ گیا اور یکے بعد دیگرے کئی مواعظ کا مطالعہ کیا، حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے مواعظ وملفوظات میں طالبین وسالکین کے لئے جو کشش ہے وہ بالکل ظاہر وباہر ہے۔

بہر حال چند دن مطالعہ کرتے رہنے کے بعد حضرت کی کتب جمع کرنے کا شوق پیدا ہوگیا، اور کرتے کرتے یہ سلسلہ یہاں تک پہنچ گیا کہ انہوں نے کتب خانہ اشرفیہ کے نام سے ایک دوکان یہاں قریبی علاقہ میں قائم کردی اور حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی تصانیف وتالیفات کا مطالعہ بھی ساتھ ساتھ جاری رکھا۔

اسی دوران انہوں نے حضرت کی کتابوں سے جواہر پارے جمع کر کے ''شریعت وطریقت'' کے نام سے یہ کتاب ترتیب دی، اور اس کتاب کو ملاحظہ کرنے کے بعد حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے کئی خلفاء نے اس پر تحسین وتقریظ فرمائی اور اصطلاحی درسِ نظامی کے پڑھے بغیر ہی آپ کی قابلیت کو دیکھتے ہوئے آپ کو ''مولوی'' کا خطاب بھی دے دیا۔

مولوی محمد دین اشرفی صاحب نے اپنی عمر کے آخری حصہ میں کتب خانہ ختم کر کے راولپنڈی کے علاقے کھنہ پل میں ایک صاحب کے ساتھ مل کر ''نالہ کورنگ'' کے ساتھ ایک جگہ حاصل کر کے اس میں مسجد اور مدرسہ اشرفیہ قائم کرلیا تھا، اور اپنے ذاتی کتب کا ذخیرہ بھی وہاں منتقل کرلیا تھا، لیکن آپ پر بڑھاپے کے ضعف کے علاوہ بیماری کا غلبہ ہونے پر اس مسجد ومدرسہ کے نظم ونسق کو زیادہ دیر نہیں چلا سکے اور بالآخر کوہاٹی بازار میں اپنی رہائش گاہ پر رات دن مقیم رہنے لگے، اور عمر بھر کی جمع شدہ کتابیں بھی مدرسہ سے اپنے گھر کی بیٹھک میں واپس منگالیں اور اس کے بعد اس مسجد ومدرسہ کی ذمہ داریوں کو سنبھالنے کی قدرت حاصل نہ کر سکے، لیکن اس مسجد ومدرسہ کی آبادی اور حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے مزاج کے مطابق اس کو چلانے کی فکر آخر عمر تک دامن گیر رہی۔

آپ کی یادداشت آخر عمر میں کافی حد تک کمزور ہوگئی تھی، اور آپ کو تھوڑی دیر پہلے کی بات یاد نہیں رہتی تھی، کئی مرتبہ ایسا بھی ہوتا کہ بندہ سے مسجد میں ملاقات ہوتی اور ان سے بات کر کے ان کی قیام گاہ پر تھوڑی دیر جانا ہوتا تو وہ ملاقات پر معلوم کیا کرتے کہ کہاں سے تشریف لائے ہیں، اور کون ہیں، جب انہیں بتلایا جاتا کہ ابھی تو تھوڑی دیر پہلے آپ سے مسجد میں ملاقات اور آنے کے متعلق بات چیت ہوئی تھی اور آپ

نے میری اقتداء میں ابھی نماز ادا فرمائی ہے، پھر فرماتے او ہو میری یادداشت ختم ہوگئی ہے، آپ برا نہ منائیے گا۔

اسی زمانے میں آپ کسی رمضان کے مہینے میں اعتکاف میں بیٹھ جاتے تھے اور انہیں یہ یاد ہی نہیں رہتا تھا کہ میں اعتکاف میں ہوں اور درمیان میں ہی گھر تشریف لے جاتے تھے، ایک دومرتبہ آپ کے ساتھ لاہور جامعہ اشرفیہ میں مجلس صیانۃ المسلمین کے جلسہ میں شرکت کے لئے سفر بھی ہوا، وہاں جا کر بھی انہیں یاد نہیں رہتا تھا کہ میں کہاں پر ہوں۔

لیکن ان سب باتوں کے باوجود آپ کو پانچوں وقت نماز کا بڑا اہتمام تھا، اور نماز میں آپ کو غفلت نہیں ہوتی تھی، جب تک آپ کو ہمت رہی اور صلاحیتیں بحال رہیں اس وقت تک آپ نے شریعت اور حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے ذوق پر عمل کا اہتمام رکھا۔

ان کی اہلیہ صاحبہ کا ان کی زندگی میں انتقال ہوگیا تھا، ان کے بیٹوں کے ذریعہ سے معلوم ہوا کہ والدہ صاحبہ (یعنی مولوی محمد دین اشرفی صاحب رحمہ اللہ کی اہلیہ محترمہ) کی تدفین سے فارغ ہوکر گھر آتے ہی آپ نے اندر گھر سے اپنی اہلیہ صاحبہ کی مملوکہ تمام چیزوں کو باہر بیٹھک میں جمع کرلیا اور اپنی اولاد کی موجودگی میں بلا تاخیر ترکہ کے حقوق اور وراثت کی تقسیم کردی، یہ بھی ان کے تقویٰ اور تورع کا اثر تھا۔

انہوں نے اپنی زندگی میں اپنا ایک وصیت نامہ تیار کرلیا تھا جس میں جامع اور مختصر انداز میں ضروری وصایا جمع تھیں اور وہ شیشہ کا فریم بنوا کر اپنی قیام گاہ والے کمرے میں بالکل سامنے رکھی رہتی تھی۔

یکم جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ بروز پیر آپ کا انتقال ہوا، میں اس وقت کراچی کے سفر پر تھا اس لئے نمازِ جنازہ میں شریک نہ ہوسکا۔

آپ کی نمازِ جنازہ مولانا قاری سعید الرحمان صاحب رحمہ اللہ نے پڑھائی اور آپ کو راولپنڈی کے کھنہ روڈ قبرستان میں (راول روڈ کے قریب) دفن کیا گیا۔

ان کے بعد ان کے ورثاء نے اتفاقِ رائے سے ان کی کتب کے ذخیرہ کو بندہ کے زیرِ ادارت ادارہ غفران میں وقف کردیا۔

جس سے ادارہ میں استفادہ کا سلسلہ جاری ہے، جو آپ کے لئے صدقۂ جاریہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت اور درجات بلند فرمائیں۔ (جاری ہے..........)

Idara Ghufran

تذکرۂ اولیاء

مفتی محمد امجد حسین

اولیاء کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان (قسط ۳)

سائنسی طور پر بھی یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ انسان پر انکشافِ حقائق اول وہلے میں دل پر وارد ہوتا ہے؛ پھر عقل اور اس کی قوتوں کی طرف یہ ادراک منتقل ہوتا ہے اور وہ اس میں غور وفکر کرتے ہیں۔

عقل مادی چیز ہے (باوجود جوہر لطیف ہونے کے) اور مادہ میں یہ صلاحیت نہیں کہ وہ براہ راست کائنات میں موجود حسن اعلیٰ، ہستی مطلق یعنی بے کیف وکم ذات، ذات باری تعالیٰ کا عرفان ومعرفت حاصل کر سکے یا کائنات میں پھیلے ہوئے اس کی صفات کے جلوؤں اور مصنوعات کی کثرت میں پوشیدہ اس کی وحدت و یگانگت کا ادراک کر سکے۔ یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ وہ قلب اور دل جس کی یہ صفات ہیں اس سے مراد یہ گوشت پوست کا لوتھڑا نہیں جو سارے جسم میں خون سپلائی کرتا ہے بلکہ یہ دل تو اس کی سواری اور اس کا مقامِ تعین ہے...... عقل ودل ایک دوسرے سے متضاد چیزیں ہیں۔ عقل مادی چیز ہونے کی وجہ سے نفس اور اس کی قوتوں کا جلد یرغمال ہو جاتا ہے اور یرغمال ہو کر پھر نفس اور اس کی خواہشات کا خادم بن جاتا ہے لیکن قلب اس آسانی سے نفس کا مطیع ہونے والا نہیں۔ دل کی سلامتی کے بغیر عقل کی حیثیت بہت بڑے بُت سے زیادہ نہیں اس وقت پوری دنیا عقل کے بت کی پرستش کے مرض میں مبتلا ہے اور یہ عقل خود نفس اور اس کے خواہشات کا غلام بنا ہوا ہے۔ [1]

جس کے نتیجہ میں انسان فطرت اور اس کی قوتوں سے باغی اور سرکش ہو چکا ہے مادہ پرستی ہی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا کر روح اور روحانیات کا منکر ہو چکا ہے اور اللہ تعالیٰ سے اپنا ربط وتعلق اعتقاداً یا عملاً توڑ چکا ہے۔

---

[1] واضح رہے کہ نفس نامی قوت جو انسان کی فطرت اور خلقت میں رکھی گئی ہے یہ اپنی اصل کے لحاظ سے شر اور برائی کی طرف انسان کو لے جاتی ہے جیسے سورۃ یوسف کی اس آیت میں مذکور ہے ''اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ'' کہ نفس بہت ہی زیادہ برائی کا حکم کرنے والا برائی کی طرف لے جانے والا ہے، اور نبی علیہ السلام نے بار بار نفس کے شرور سے پناہ مانگی ہے۔ آپ کے خطبات میں یہ لفظ مستقل موجود ہے ''وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا'' سماوی شریعتیں ہمیشہ نفس کی سرکشی کو کچلنے کے لئے اپنے متبعین کے لئے مجاہدات تجویز کرتی رہی ہیں۔ ان مجاہدات سے گزر کر نفس مضمحل ہو جاتا ہے اور آخر کار اس کی بے لگامی کو لگام پڑ جاتی ہے اور یہ نفس امارہ سے نفس لوامہ پھر نفس مطمئنہ بن جاتا ہے، شریعتوں کا مقصود یہی ہے کہ انسان کا نفس جو اصلاً امارہ ہے یہ پہلے لوامہ پھر مطمئنہ بن جائے۔ اس طرح انسان اخروی سعادتوں کا مستحق ہو جاتا ہے۔

نفس اوراس کی خواہشات کا غلام بن کراورعقل کی ساری صلاحیتوں کو بھی نفس ونفسانیت کی بھٹی میں جھونک کراس کے مقابلے میں دل کی صلاحیتوں کوتباہ کر چکا ہے۔خدا پرستی کی راہ ہمیشہ دل کے ایمان و یقین اور پھراس کے نتیجے میں دل پر اللہ کے انوارات وتجلیات کے فیضان کی صورت میں طے ہوتی اور اللہ کے ساتھ قربت اور اللہ کی معرفت کے اونچے سے اونچے مراتب تک بڑھتی چلی جاتی ہے۔یہی سب نبیوں اور پیغمبروں کی تعلیم ہے اور یہی ہدایت کا سارا فلسفہ ہے اسی راہ سے انبیاءاوران کے متبعین اور سب ہدایت یافتہ افرادواقوام زندگی کے اس امتحان میں سرخرو ہوکر منزل تک پہنچی ہیں اوراس کے مقابلے میں قلبی ایمان ویقین سے محروم ہوکراور قلبی صلاحیتوں کوتباہ کر کے عقل کوخواہشات نفس کا غلام بنا کراور پھر خود نفس کا غلام بن کر ہی ہمیشہ گمراہ ہونے والے گمراہ ہوئے ہیں ؛ تباہ ہونے والے تباہ ہوئے ہیں۔قرآن نے جوآدم علیہ السلام سے لے کراپنے نزول کے وقت تک انسانوں کی ہدایت وضلالت کی تاریخ بیان کی ہے اور قوموں اور ملتوں کے عروج وزوال کی داستان سنائی ہے اس کا خلاصہ یہی ہے کہ انبیاء ہرزمانے میں قلب کی تطہیر بذریعہ ایمان ویقین اوراعمال صالحہ کے کرنے کی سوغات لے کرآتے رہے جنہوں نے ان کے پیش کردہ اس نسخہ کیمیا کوقبول کیا وہ کامیاب ہوئے اور جنہوں نے اپنے نفس کی اتباع ہی پراصرار کیا اورانبیاء کی اتباع کر کے قلب کوایمان ویقین عطا کر کے اس کی صلاحیتوں کوجلا بخشنے سے انکار کیا وہ برباد ہوئے۔آسمانی شریعتوں کی نوح علیہ السلام سے لے کرحضور نبی کریم ﷺ تک جوتاریخ رہی ہے اس کا حاصل یہی ہے۔

إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ (سورۃ نسآء آیت ۱۶۳)

انسانی دنیا کا موجودہ عالمگیر بگاڑ اٹھارہویں صدی میں مغرب کی مشینی ترقی اور مغربی قوموں کے عالمگیر تسلط کے نتیجے میں شروع ہوا اس بگاڑ کی اصل بنیاد یہ ہے کہ قلب کی صلاحیتوں کا انکار کر کے اور روح و روحانیات سے منہ موڑ کر محض عقل کی بنیاد پر مادی کائنات پر اپنی ساری توجہات اور طاقتیں مرکوز کردی گئی ہیں ، اور پھر نفس کے ہاتھوں یرغمال شدہ اس عقل کونفس اورنفسانی خواہشات کی تکمیل پر لگا کراور انہی نفسانی خواہشات کی تکمیل کوزندگی کا اولین وآخرین مقصد قرار دے کراصل فطرت اور مقصدِ تخلیق سے بغاوت کی گئی ہے،خواہ ان نفسانی خواہشات کی تکمیل اور مادی ونفسانی آسائشوں کا حصول ساری انسانیت کا خون چوس کر ہی ہواور اللہ کی بنائی ہوئی اس کائنات اور بچھائی ہوئی اس زمین کوفساد سے بھر کی ہی ہو آج وہ نقشہ وسیع پیمانے پر سامنے آرہا ہے جوقرآن مجید نے ان الفاظ میں کھینچا ہے:

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ(سورۃ روم آیت ۴۱)

(کہ بحر و بر یعنی پورے عالَم میں انسان کے کرتوتوں کی وجہ سے فساد برپا ہوگیا ہے)

مادی تسخیرات و ایجادات کے اس مشینی دور میں انسانی دنیا، جس سب سے بڑے المیے سے دوچار ہوئی اور جس حادثہ فاجعہ کا شکار ہوئی وہ یہی ہے کہ اٹھارہویں صدی کے بعد مشینی دور کے آغاز کے ساتھ ہی عالمگیر تسلط اور دنیا کی سیادت و قیادت ان خدا بیزار مغربی قوموں کے ہاتھ میں چلی گئی جو صحیح آسمانی تعلیمات سے باغی و بیگانہ ہیں۔ اللہ کی معرفت سے محروم اور روح و قلب کی طاقتوں سے ناآشنا ہیں۔ محض مادہ پرست اور خواہشات نفس کے بے دام غلام ہیں۔ ساری عقلی صلاحیتیں اور انسانی طاقتیں انہوں نے نفس کے تابع کر کے برق و بخارات کی تسخیر اور مادی کائنات کے ادھیڑ بن میں لگا اور کھپا رکھی ہیں اور یہ مادی انسان مادی تسخیرات کے جنون میں اس کائنات کا خدا بننا چاہتا ہے حالانکہ وہ خدا کا بندہ ہے اور خداوند قدوس نے اپنی نیابت و خلافت کا تاج اس کے سر پر سجا کر اسے اپنی بندگی کے لئے دنیا میں بھیجا ہے اور مادی تسخیرات کی اس کو صلاحیت و قابلیت اور اس کے لئے عقل و سمجھ بھی خدا ہی نے عطا کی ہے اور اللہ کی طرف سے کائنات میں یہ مادی تصرفات اس شرط کے ساتھ مشروط ہیں کہ یہ خدا کی مرضی کے ماتحت ہوں۔ اللہ کے حکم کے مطابق ہوں، عبدیت و بندگی کے مقتضیات و احساس کے ساتھ ہوں، پوری انسانی برادری کی بھلائی کے جذبے سے سرشار ہوکر ہوں، دنیا کی زندگی کو ایک عارضی مرحلہ اور دنیا کو اور اس موجودہ نظامِ کائنات کو ایک فانی اور ختم ہونے والا سلسلہ تسلیم کر کے ہوں۔ یہ سارے تصورات و اعتقادات مذہب فراہم کرتا ہے اور ان کی بنیاد پر جب عقل کا استعمال ہو اور مادی تسخیرات ہوں تو اس کے نتیجے میں انسانی دنیا میں بگاڑ و فساد نہیں پھیلتا۔ بلکہ صحیح معنوں میں دنیوی و اخروی سعادتوں کے ساتھ تعمیر و ترقی کا سلسلہ چلتا ہے۔ مسلمانوں نے ہزار سال سے زیادہ عرصہ دنیا کی سیادت و قیادت کا منصب سنبھالے رکھا اور انہوں نے دنیا کو آئین و دستور دیا، مثالی و فلاحی ریاست و معاشرت اور سلطنت کا تصور دیا، انسانی نسلوں کو جینے کے قرینے سکھلائے، ان کو قرون اولیٰ کی ظلمتوں اور جہالتوں سے نکالا، اور دنیا کو حقیقی امن و سکون اور خوشحالی عطا کی ان کی ایجادات اور مادی تسخیرات دنیا کے فانی ہونے کے تصور اور اپنے بندہ ہونے کے تصور کے ساتھ تھیں اور اصل مقصود آخرت اور اس کی کامیابی تھی اس لئے اس عرصہ میں دنیا جنت کا نمونہ بنی رہی، مغربی قمار بازوں اور مادہ پرست دہریوں کے پاس دنیا کی زمام کار گئے

ہوئے ابھی تین صدیاں بھی نہیں گزریں کہ دنیا جہنم کا نمونہ بن گئی، قوموں کا جینا دوبھر ہوگیا دنیا کی ساری ترقی پذیر قومیں اور پسماندہ خطے اوران کے وسائل مغربی غارت گروں کی سفلی خواہشات کی بھٹی کیلئے ایندھن بنادی گئی ہیں۔ اور روحانیت سے محروم ہوکر خود مغربی انسان بھی سکھ چین سے محروم ہے وہاں فساد قلب ونظر بپا ہے۔ زندگی کی ساری رعنائیاں اورلطیف جذبات سفلی خواہشات کی تکمیل اور معاش اور اقتصادیات کی نذر ہوگئی ہیں۔ مادیت اور سفلی خواہشات کی تکمیل کے علاوہ کسی کو کچھ سجھائی ہی نہیں دیتا جس کے نتیجے میں زندگی ادھورے پن کا شکار ہوگئی، روح کو روگ لگ گئے، اور یہ فطرت سے بغاوت کا منطقی نتیجہ ہے۔ کیونکہ انسان روح اور بدن دونوں سے مرکب ہے بدن مادی چیز ہے اس کی غذا اور ضروریات بھی اس مادی کائنات میں اس زمین کے خزینوں ودفینوں میں اوراس کے نباتات و جمادات و حیوانات میں مدفون ومستور ہے جبکہ روح تو مادی چیز نہیں عالم بالا کی چیز ہے اس کی غذا بھی اوپر سے ہی آتی ہے اورغذا خداوند قدوس نے انبیاء کے ذریعے ان کی شریعتوں کی صورت میں بھیجی ہے روح جب یہ غذا پالیتی ہے تو روح سرشار ہوجاتی ہے عالم بالا کی طرف پرواز کے قابل ہوجاتی ہے، خدا کی غیبی کائنات، برزخ، جنت، آخرت ان سب مرحلوں کے سرکرنے اوران مرحلوں میں جوخدائی انعامات ہیں ان کو برتنے کے قابل ہوجاتی ہے۔ جس طرح کہ جسم اپنی جسمانی ودنیوی غذا پاکر دنیا میں نقل وحمل اور دنیا کے سارے تقاضے پورے کرنے کے قابل ہوجاتا ہے پس جب اس مادی دجالی دور میں روح اوراس کی ضروریات سے منہ موڑ لیا گیا ہے اوراس کواس کی غذا کی فراہمی سے انکار کردیا گیا ہے تو انسان کیونکر فلاح پاسکتا ہے۔ وہ برق وبخارات اور مصنوعی سیارات پرشوق پرواز پورا کرکے بھی حقیقی سکھ وچین سے محروم ہی رہے گا کہ اس کی ہستی ناتمام ہے اس کی تحقیق ادھوری ہے اس کی روح بیمار اور زندہ درگور ہوچکی ہے۔

اقبال کا بہت زیادہ رونا اس بات پر بھی ہے کہ مغربی قومیں تو صحیح آسمانی ہدایات وتعلیمات سے محروم تھیں انہوں نے نفس کے ہاتھوں یرغمال شدہ اپنی فاسد عقل کے بل بوتے پر اس ہلاکت کے راستے کا انتخاب کیا لیکن مسلمانوں کو کیا ہوگیا جو آسمانی شریعت کے حامل ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی روشنی اپنی پوری توانائی اور ضیاء پاشی کی صلاحیت کے ساتھ ان کے پاس موجود ہے پھر وہ کیوں اپنے سورج پر، اپنے گھروں میں طلوع ہونیوالے اس آفتاب جہاں تاب پر خاک پھینک کر، پردے ڈال کر، اس سے آنکھیں بند کرکے، منہ موڑ کے، اس سے ناطہ توڑ کے مغربیوں کے مٹی کے چراغوں کے پیچھے دوڑ رہے ہیں، رال ٹپکا رہے ہیں۔ واحسرتاہ ویااسفیٰ والی اللہ المشتکیٰ

(جاری ہے............)

پیارے بچو! ابوحافظ محمد فرحان خان

اتحاد میں ہی طاقت ہے

پیارے بچو! ایک بہت بڑا (بن) جنگل تھا......اُس جنگل میں ہاتھی، شیر، لومڑی، گیدڑ، ریچھ اور طرح طرح کے خونخوار اور خطرناک جانور......اور پیارے پیارے پرندے مور، تیتر، بٹیر وغیرہ بھی رہتے تھے۔

اسی جنگل میں تین بڑے خوبصورت اور جوان بیل (ویڑے) بھی رہتے تھے۔اُن میں سے ایک بیل کا رنگ سفید......دوسرے کا سرخ اور تیسرے بیل کا رنگ کالا تھا......ان تینوں میں بہت زیادہ پیار و محبت تھا جنگل کے سارے جانور انہیں دیکھ کر رشک کرتے تھے...... بلکہ جنگل کے تمام جانور ان تینوں کے محبت پیار کی مثالیں دیا کرتے تھے......جب بھی کوئی خطرناک جانور شیر، چیتا وغیرہ ان میں سے کسی پر بھی حملہ آور ہوتا یا کسی کو بھی کوئی مصیبت و پریشانی ہوتی تو ایک آواز پر تینوں اکٹھے ہو جاتے اور مل کر اپنے دشمن کا مقابلہ کرتے......اور اپنے سے بڑے اور خطرناک دشمن کو مار مار کر بھگا دیتے تھے...... بلکہ خونخوار جانور ان تینوں سے ڈرتے اور خوف کھاتے تھے......ان سے کوئی بھی لڑائی جھگڑا کرنے کی ہمت نہ کرتا...... پورے جنگل میں ان کا راج تھا...... یہ جہاں مرضی چلے جاتے اور گھاس، چارہ وغیرہ چرتے واپس آجاتے تھے۔

ایک شیر روزانہ ان کو آتے جاتے دیکھتا......مگر اس شیر کی ان تینوں کے اوپر حملہ کرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ بلکہ اگر ان میں سے کوئی کسی وجہ سے اکیلا بھی جا رہا ہوتا تو یہ حملہ کرنے کی جرات نہ کرتا تھا......کیونکہ اس کو پتہ تھا کہ ان تینوں میں بہت محبت ہے اور یہ تینوں ایک دوسرے پر جان لٹاتے ہیں۔

بہت سوچ سمجھ کر شیر نے اُن بیلوں کو آتے جاتے سلام دعا کرنی شروع کر دی......ایک روز لال اور سفید بیل جنگل میں سیر کرنے جا رہے تھے موقع پا کر شیر نے ان کو بلا کر کہا کہ مجھے کہتے ہوئے تو برا لگ رہا ہے......مگر دوستوں......کالے بیل کی عادت آپ لوگوں سے الگ ہے......آپ دونوں اتنے اچھے ہو......کالا تو بہت...... بہت خراب ہے۔ ہر وقت آپ دونوں کی برائیاں کرتا رہتا ہے...... مجھے تو بہت برا لگتا ہے بس آپ دونوں دوستوں کی وجہ ابھی تک اس کو میں نے کچھ نہیں کہا......ورنہ کب کا اس کو مار کر جنگل سے بھگا دیا ہوتا......تم دونوں تو جانتے ہی ہو کہ میں شیر ہوں! اس جنگل کا بادشاہ...... یہ سن کر لال بیل نے پوچھا کہ بتاؤ تو سہی کہ وہ ہمارے بارے میں کیا کہتا ہے؟؟

شیر نے کہا! کوئی ایک بات ہو تو بتاؤں......کالا بیل کہتا ہے کہ یہ دونوں سارے جنگل کا ہرا ہرا گھاس

کھا جاتے ہیں......اور مجھے یہ روکھا سوکھا گھانس کھا کر گذارا کرنا پڑتا ہے......یا پھر دور جنگل میں جا کر اپنا پیٹ بھرنا پڑتا ہے......اور کہتا ہے کہ دونوں بہت پیٹو ہیں ہر وقت کھاتے اور چرتے رہتے ہیں......اور پتہ نہیں کیا کیا کہتا ہے......تم میرے دوست ہو میں تم کو وہ باتیں نہیں بتا سکتا......اس پر سفید بیل نے کہا......شیر بھائی یہ آپ کیا کہہ رہے ہو؟......وہ ہمارا بھائی ہے......وہ ایسا ہرگز نہیں کہہ سکتا......شیر نے کہا بھئی مجھے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے ......میں تو اسی لئے بتانا ہی نہیں چاہتا تھا، بس آج میرے منھ سے یہ باتیں نکل گئیں...... یہ باتیں سن کر لال اور سفید بیل غصہ سے بھر گئے ......یہی تو شیر چاہتا تھا کہ ان تینوں میں دوریاں پیدا ہوں......ان کو غصہ میں بھرا دیکھ کر شیر نے کہا ......بھائیو اگر اس کالے نے اب کچھ کہا تو میں اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دوں گا......

یہ سن کر لال بیل نے کہا ٹھیک ہے شیر بہادر صاحب آپ جو مرضی کرو ہم اب بیچ میں نہیں آئیں گے......

پھر ایک دن کالا بیل جنگل سے واپس آ رہا تھا کہ موقع پا کر شیر نے اس پر حملہ کر دیا......کالے بیل نے اپنے دونوں دوستوں کو بہت آوازیں دیں ......دوستی کے واسطے دیئے مگر وہ دونوں اس کی مدد کو نہ پہنچے ......

شیر نے بے فکری کے ساتھ چیر پھاڑ کر کالے بیل کو کھایا اور اپنے دوستوں کی بھی دعوت کی......پھر کچھ عرصہ کے بعد شیر نے اکیلا پا کر لال بیل کو کہا کیوں بھائی اگر تم کہو تو اس سفید بیل کو جنگل سے مار کر بھگا دوں پھر سارا جنگل تمہارا ہوگا...... جہاں سے دل چاہے گھاس کھانا......اگر ضرورت سمجھو گے تو اپنی خدمت کے لئے کوئی چھوٹا بیل دوسرے جنگل سے بلا لینا......ہر وقت آپ کی خدمت کرے گا اور آپ کا احسان مند ہو کر رہے گا......لال بیل نے کہا ٹھیک ہے......آپ اس کو بھگاؤ......ہم دونوں دوست یہاں مل کر رہیں گے ......یا کوئی خادم رکھ لیں گے...... پھر شیر نے لال بیل پر بھی حملہ کر دیا اور اس کو بھی مار کر کھا گیا......اب جنگل میں صرف سفید بیل ہی اکیلا رہ گیا۔ کچھ دن گذرے تو شیر نے اس کو بھی پکڑ لیا......اب اس سفید بیل کو پتہ چلا کہ یہ شیر کی چال تھی اس نے جھوٹ بولا اور تینوں دوستوں میں پھوٹ ڈال کر آسانی کے ساتھ الگ الگ تینوں کو شکار بنا لیا......آج اس کو اپنے دونوں دوست بہت یاد آئے۔ اپنی نادانی کا احساس ہوا کہ شیر کی باتوں میں آ کر دونوں دوستوں کو مروا دیا، مگر اب پچھتانے کا کیا فائدہ، شیر نے اس کو بھی چیر پھاڑ کر کھا لیا۔

پیارے بچو! اتحاد سے ہی طاقت قائم رہتی ہے، دیکھو تین کمزور بیل بھی جب تک اکٹھے اور متحد رہے تو شیر جیسے خطرناک دشمن پر بھاری تھے وہ بھی ان سے ڈرتا تھا، اس نے چالاکی کے ساتھ ان میں پھوٹ ڈال کر ان کو اپنا نوالہ بنا لیا، اگر ہم سب متحد ہوں تو ہمارا کوئی بھی دشمن ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ چاہے وہ جیسا بھی

بڑا اور خطرناک کیوں نہ ہو۔ہمیں بھی اپنے گھر والوں اور دوستوں کے ساتھ مل کر اور ایک ہو کر محبت پیار کے ساتھ رہنا چاہئے۔اور پھوٹ ڈالنے اور لڑانے والوں سے بچنا چاہئے ، کیوں کہ اتحاد میں ہی طاقت ہے۔

زکاۃ وصدقہ کے فضائل واحکام

زکاۃ کی فرضیت واہمیت اور قرآن وسنت کی روشنی میں

زکاۃ وصدقہ کے فضائل واحکام پر مدلل ومفصل بحث

مصنّف:مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران:چاہ سلطان راولپنڈی پاکستان

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۳۷ ''اصلاحی خطاب''﴾ کہ جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ انہی میں سے ہوگا۔ چاہے وہ زبان سے اپنے آپ کو ان سے الگ ہی کیوں نہ ظاہر کر رہا ہو، اور ان کے خلاف احتجاج اور ریلیاں کیوں نہ نکال رہا ہو، کافروں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے سے مشابہت کرنے والے اور جس کے ساتھ مشابہت اختیار کی جارہی ہے، دونوں کو ایک قرار دیا گیا ہے کہ قیامت کے روز ایسے لوگ اس مشابہت کو اختیار کرنے کی وجہ سے انہی میں سے اٹھیں گے۔ بہرحال ہمیں چاہئے کہ ہم ان حالات کے تناظر میں اس بات کا جائزہ لیں، کہ کافروں کی اتباع اور ان کے ساتھ دوستی کسی بھی موقعہ پر جائز نہیں، نہ آج جائز ہے نہ کل جائز ہے، ان کے ساتھ مشابہت اختیار کرنا اور ان کے طور طریقوں کو اختیار کرنا گناہ ہے، اور یہ کسی ایک ملک کے کافروں سے نہیں بلکہ ہر قسم کے کافروں سے یہ گناہ ہے، لہٰذا ہمیں ہر وقت اس سے بچنا چاہئے۔افسوس کی بات یہ ہے کہ دوسرے اوقات وحالات میں تو کافروں کی مشابہت ہو رہی ہے، مگر کافروں کی مخالف کا اقدام کرتے ہوئے بھی احتجاج وغیرہ میں ان ہی کے طریقوں کو اختیار کیا جارہا ہے، بلکہ ان سے بھی کچھ زیادہ آگے نکل جاتے ہیں، چنانچہ مسافروں کو راستے سے روکنا یا دوسروں کو تکلیف اور ایذا پہنچانا، یہ تمام چیزیں ایسی ہیں کہ ان کی شریعت تو درکنار عقل بھی اجازت نہیں دیتی ،اور ان کا نقصان خود اپنے اوپر یا دوسرے مسلمانوں کے اوپر ہوتا ہے، اس لئے ایسی مؤثر تدبیر کی ضرورت ہے کہ جس کا نقصان ہماری طرف نہ لوٹتا ہو، اور اس کا طریقہ یہی ہے کہ ہم اسلامی طور وطریقوں کو اختیار کریں، بدعات واختراعات سے بچیں، اور اللہ تعالیٰ کے حضور صدق اور اخلاق کے ساتھ توبہ واستغفار کا اہتمام کریں۔

دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ ناگفتہ بہ حالات میں مسلمانوں کے جذبات کو صحیح معنی میں اور ان کی صلاحیتوں کو صحیح رخ پر استعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔آمین!

بزمِ خواتین مفتی ابوشعیب

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

پردے کی اہمیت اور اس کے چند ضروری احکام (گیارہویں وآخری قسط)

قریبی غیرمحرم رشتہ داروں سے پردہ کرنے کا حکم

معزز خواتین! شریعت میں قریبی غیرمحرم رشتہ داروں (مثلاً دیور، جیٹھ، بہنوئی، نندوئی، خالو، پھوپھا، چچا زاد،، ماموں زاد، خالہ زاد، پھوپھی زاد، تایازاد، شوہر کا ماموں، شوہر کا چچا، شوہر کا بھانجا، شوہر کا بھتیجا وغیرہ) سے بھی پردہ کرنے کی وہی اہمیت ہے جو بالکل اجنبی (نامحرم) مردوں سے پردہ کرنے کی ہے اور قریبی غیرمحرم رشتہ داروں (مثلاً دیور، جیٹھ، بہنوئی، نندوئی وغیرہ وغیرہ) سے بھی اُن سب اعضاء کے چھپانے کا حکم ہے جن کا چھپانا بالکل اجنبی (نامحرم) مردوں سے ضروری ہے بلکہ بعض احادیث سے بعض قریبی غیرمحرم رشتہ داروں سے پردہ کی زیادہ تاکید معلوم ہوتی ہے۔

دیور، جیٹھ وغیرہ سے پردہ کرنے کی تاکید

چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے:

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِيَّاكُمْ وَالدُّخُولَ عَلَى النِّسَاءِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ الْأَنْصَارِ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَرَأَيْتَ الْحَمْوَ قَالَ الْحَمْوُ الْمَوْتُ (مسلم، واللفظ لهٗ، بخاری)

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (نامحرم) عورتوں کے پاس مت جایا کرو۔ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ! عورت کے شوہر کے رشتہ دار مردوں (دیور، جیٹھ وغیرہ) سے متعلق کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ (یعنی شوہر کے وہ رشتہ دار جو عورت کے لئے غیرمحرم ہیں) تو عورت کے لئے موت (کی طرح) ہیں (بخاری، مسلم)

تشریح: چونکہ دیور، جیٹھ، بہنوئی، نندوئی، چچازاد، تایازاد، پھوپھی زاد، خالہ زاد، ماموں زاد، خالو، پھوپھا

Idara Ghufran

وغیرہ سے قریبی رشتہ ہونے کی وجہ سے عورت کے ان کے سامنے بے پردہ ہوکر آنے، بلاتکلف بات چیت کرنے اور پاس بیٹھنے کو عموماً معیوب اور غلط نہیں سمجھا جاتا۔ نہ عورت اس کو گناہ خیال کرتی ہے اور نہ گھر کے دوسرے افراد بلکہ عموماً عورت کا شوہر بھی مطمئن رہتا ہے اور کچھ اندیشہ نہیں کرتا۔ اسی وجہ سے ان رشتہ داروں کی طرف سے بُرے کام کا ہوجانا بالکل غیر مردوں کی طرف سے ہونے کی بنسبت زیادہ آسان ہے، کیونکہ جس مرد کا گھر میں آنا جانا نہ ہو اور اس سے عورت خود بھی اپنی احتیاط کرتی ہو اور شوہر اور گھر کے دوسرے افراد بھی اس کے آنے جانے کو معیوب سمجھتے ہوں اس کی طرف سے بُرا کام ہونا عموماً مشکل ہوتا ہے اس لئے اس حدیث شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیور جیٹھ وغیرہ کو موت کی طرح قرار دیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح انسان موت سے ڈرتا ہے اور ہر ممکن طریقے سے آخری دم تک اپنی زندگی بچانے کی کوشش کرتا ہے ٹھیک اسی طرح عورت کو دیور، جیٹھ وغیرہ کے سامنے بے پردہ ہونے یا ان سے زیادہ بے تکلف ہونے وغیرہ سے ڈرنا چاہئے اور ہر ممکن طریقے سے ان سے گہرا پردہ کرنے کی کوشش کرتے رہنا چاہئے۔

قریبی غیر محرم رشتہ داروں سے پردہ کرنے کو معیوب سمجھنا

بہت سے خاندانوں میں اس طرح کے قریبی غیر محرم رشتہ داروں سے پردہ کرنے کو معیوب خیال کیا جاتا ہے اور پردہ کرنے والی عورت کو لعن طعن کی جاتی ہے اور بعض رشتہ دار تو محض اس وجہ سے ناراض ہوجاتے ہیں اور ایسے گھر میں آنا جانا ہی چھوڑ دیتے ہیں جس گھر میں کوئی خاتون شرعی پردہ کرتی ہو اس طرح کے تمام مسلمان مردوں عورتوں کو اپنی اصلاح کرنی چاہئے۔

غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے ہماری سوچ اونچی نہیں ہوسکتی جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ دیور جیٹھ وغیرہ سے پردہ کرنا زیادہ اہم ہے تو بحیثیت امتی ہونے کے ہمیں نبی پاک کی بات کو بلاچوں چراں مان لینا چاہئے اس لئے کہ ہم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں اور غلام کا کام آقا کی بات بلاچوں چراں ماننا ہوتا ہے نہ کہ اس کو بُرا خیال کرنا۔

غیر محرم مَردوں کو سگے بھائی کی طرح سمجھنا

بعض خواتین دیور، جیٹھ، بہنوئی، نندوئی، چچازاد، ماموں زاد، خالہ زاد، تایازاد، پھوپھی زاد وغیرہ کو اپنا چھوٹا بڑا بھائی سمجھتی ہیں اور سگے بھائی (جو محرم ہوتا ہے) کی طرح ان سب کے سامنے بے پردہ ہونے، ہنسی

مذاق کی باتیں کرنے، تنہائی میں ان کے پاس بیٹھ جانے کو جائز سمجھتی ہیں، حالانکہ یہ سب باتیں گناہ ہیں ان سے توبہ استغفار کرنا اور اپنے غلط خیال کی اصلاح کرنا ضروری ہے۔

ایک اُلٹی سوچ

بعض خواتین جب شادی ہوکر سسرال آتی ہیں اس وقت ان کا کوئی دیور بچپن کی عمر میں ہوتا ہے جس سے پردہ کرنا شرعاً ضروری نہیں ہوتا لیکن وہ خواتین اس کے بڑا ہوجانے کے بعد بھی اس سے پردہ کرنے کو ضروری نہیں سمجھتیں اور یہ کہتی ہیں کہ یہ تو ہمارے سامنے پلا بڑھا ہے ہم نے اسے گود میں کھلایا ہے اس سے کیا پردہ؟ یہ بھی الٹی سوچ ہے اس لئے کہ شریعت میں چھوٹے بچے کا حکم اور ہے بڑے کا اور ہے۔ چنانچہ چھوٹے بچے سے پردہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن بڑے سے پردہ ضروری ہے۔

ایک مشکل کا حل

بعض خواتین پردہ کی اہمیت بھی سمجھتی ہیں اور شرعی اصولوں کے مطابق پردہ کرنا بھی چاہتی ہیں لیکن ان کو دیور، جیٹھ وغیرہ قریبی غیر محرم مردوں سے پردہ کرنے میں واقعی ایک مشکل پیش آتی ہے اور وہ یہ کہ بسا اوقات ایک ہی گھر میں غیر محرم مردوں (دیور، جیٹھ وغیرہ) کے ساتھ اکٹھے رہنا سہنا پڑتا ہے۔ ایسی صورت میں اگر مکان اتنا وسیع ہو کہ نامحرم الگ حصہ میں رہ سکتے ہوں یا مکان دومنزلہ ہو اور غیر محرم مرد اور خواتین الگ الگ منزل میں رہ سکتے ہوں پھر تو پردہ کے شرعی تقاضے پورے کرنا کچھ مشکل نہیں۔ لیکن اگر گھر تنگ ہو اور الگ الگ رہنے کی کوئی صورت اختیار کرنا ممکن نہ ہو تو ایسی صورت میں خواتین کو درج ذیل باتیں ملحوظ رکھنی چاہئیں:

(۱)...... ایسے حالات میں خواتین ہوشیار رہیں بے پردگی کے مواقع سے ممکنہ حد تک بچ کر رہیں، لباس میں احتیاط رکھیں، خاص طور سے سر پر دوپٹہ رکھنے کا اہتمام رکھیں۔

(۲)...... غیر محرم مرد کے آنے پر خواتین اپنا رُخ دوسری طرف کرلیں۔

(۳)...... اگر رُخ دوسری طرف نہ کرسکتی ہوں تو سر سے دوپٹہ سرکا کر چہرہ پر لٹکالیں۔

(۴)...... سخت ضرورت کے بغیر نامحرم سے بات نہ کریں۔

(۵)...... کسی غیر محرم (دیور، جیٹھ وغیرہ) کی موجودگی میں خواتین آپس میں یا اپنے محرموں (خاوند بھائی وغیرہ) کے ساتھ بے تکلفی کی باتوں اور ہنسی مذاق سے پرہیز کریں۔

(۶)...... ایسے حالات میں غیر محرم مردوں (دیور جیٹھ وغیرہ) کو بھی چاہئے کہ گھر میں آنے سے پہلے

Idara Ghufran

اجازت لے لیں یا کم ازکم کھنکار کر یا کسی اور طرح سے اپنے آنے کی اطلاع کردیں تا کہ خواتین پردے کی طرف متوجہ ہوجائیں۔

ان سب احتیاطوں کے باوجود اگر کبھی اچانک کسی غیر محرم کی نظر پڑ جائے تو معاف ہے جو کچھ اپنے اختیار میں ہے اس میں ہرگز غفلت نہ کریں اور جو اختیار میں نہیں ہے اس سے پریشان نہ ہوں۔

پردہ نہ کرنے کے بعض اور حیلے

بعض خواتین کہتی ہیں کہ ہم نے فلاں فلاں سے ایک مدت تک پردہ نہیں کیا اُن کے سامنے بے پردہ ہوکر آتی رہی ہیں اور وہ ہماری شکل وصورت کو خوب اچھی طرح دیکھ چکے ہیں اب ان سے پردہ کرنے کا کیا فائدہ؟ یا بعض یہ کہتی ہیں کہ شادی سے پہلے تو فلاں فلاں سے پردہ نہیں کیا اب پردہ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ یا بعض یہ کہتی ہیں کہ ہم نے جوانی میں تو پردہ کیا نہیں اب بڑھاپے میں کیا پردہ کریں؟ یہ بھی ناسمجھی اور کم عقلی کی بات ہے یا یوں کہو کہ نفس وشیطان کا دھوکہ ہے۔اس لئے کہ اگر کوئی ایک مدت تک کسی گناہ میں مبتلا رہے تب بھی وہ گناہ اس کے لئے حلال نہیں ہوجاتا اور وہ پھر بھی اس گناہ سے بچنے کا پابند ہے بلکہ اسے تو توبہ استغفار کر کے اس گناہ سے بچنے کا زیادہ اہتمام کرنا چاہئے کہ جتنی مدت اس گناہ میں مبتلا رہا ہے، اتنی مدت اس گناہ سے بچنے کا مجاہدہ بھی کرے۔

برقع سے متعلق بعض غلط فہمیاں

مسلم معاشرے کی بہت سی خواتین تو وہ ہیں جو گھروں سے باہر نکلتے وقت بھی حجاب و برقع کی ضرورت محسوس نہیں کرتیں بلکہ ایک ناروا بوجھ سمجھتی ہیں اور یونہی شتر بے مہار کی طرح مردوں کے ہجوم میں شہر، محلے اور پارک بازار کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک مٹرگشت کرتے ہوئے گھر آجاتی ہیں اور اپنے آپ کو گنہگار بھی نہیں سمجھتیں بلکہ کیا عجب کہ برقع پوش خواتین کو مظلوم یا حقیر بھی سمجھتی ہوں، ان کا بے پردہ ہونا تو واضح ہے۔اور بہت سی خواتین وہ ہیں جو گھر سے باہر نکلتے وقت برقع پہن لیتی ہیں۔ پھر ان برقع پوش خواتین میں سے بھی اکثر خواتین کا برقع یا برقع پہننے کا انداز مردوں کے لئے زیادہ کشش کا باعث ہوجاتا ہے جس کی وجہ سے برقع پہننے کا مقصد ہی کہیں پورا اور کہیں کچھ کچھ فوت ہوجاتا ہے اس لئے برقع پہننے کا مقصد اور برقع پہننے کا انداز واضح کرنے کے ساتھ ساتھ یہ واضح کرنے کی بھی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ برقع کیسا ہونا چاہئے۔

Idara Ghufran

برقع پہننے کا مقصد

برقع پہننے کا مقصد سر کے بال، چہرے کے خدوخال اور بقیہ سارے اعضاء کی بناوٹ حتی کہ بدن پر پہنے ہوئے لباس تک کو غیر محرم مردوں کی نگاہوں سے مستور کرنا (یعنی چھپانا) ہے۔

برقع کیسا ہونا چاہئے

جس برقع سے پردہ کے شرعی تقاضے پورے ہوجائیں اس میں درج ذیل چیزیں ہونی چاہئیں:

(۱)......اتنے موٹے کپڑے کا بنا ہوا ہو کہ اس سے بدن پر پہنا ہوا لباس نظر نہ آئے۔

(۲)......اتنا ڈھیلا ڈھالا ہو کہ بدن کے اعضاء کی بناوٹ نظر نہ آئے۔

(۳)......اتنا بڑا ہو کہ سر سے لیکر پاؤں تک سارا بدن لباس سمیت اس میں چھپ جائے۔

(۴)......اس پر نقش ونگار اور پھول ستارے وغیرہ بنے ہوئے نہ ہوں۔

(۵)......اس کے ساتھ ایسا نقاب بھی ہو جو سر، بال، چہرے، گردن، گلے، کانوں وغیرہ کو چھپائے خواہ نقاب برقع کے ساتھ سلا ہوا ہو یا الگ ہو۔

(۶)......نقاب اتنا باریک نہ ہو کہ اس کے اندر سے چہرے کی جھلک دکھائی دے۔

برقع پہننے کا انداز

برقع اس طرح سے پہننا ضروری ہے جس سے پردے کے شرعی تقاضے پورے ہوں۔ اور اس انداز سے پہننا درست نہیں جس سے برقع پوش خاتون اجنبی مردوں کے لئے جاذبِ نظر لگے۔

چنانچہ صرف گاؤن پہن لینا اوپر نقاب نہ اوڑھنا، یا نقاب اس طرح سے اوڑھنا جس سے سر کے سب بال، یا کچھ بال، پورا چہرہ یا چہرے کا کچھ حصہ، نظر آتا ہو یا کسی اور طرح سے بے پردگی ہوتی ہو۔

بعض خواتین اس طرح کا برقع پہنتی ہیں جو رانوں تک سلا ہوا ہوتا ہے اور اس سے نیچے اَن سلا ہوتا ہے جس کی وجہ سے چلتے ہوئے ان کی رانیں یا پنڈلیاں نظر آتی ہیں اس طرح کے برقع سے پردے کا مقصد پوری طرح حاصل نہیں ہوتا لہٰذا اس کی اصلاح بھی ضروری ہے۔

بعض خواتین نقاب اس طرح سے کرتی ہیں کہ آنکھیں کھلی رکھنے کے بہانے چہرے کا بھی کچھ حصہ نظر آتا رہتا ہے، اس کی اصلاح بھی ضروری ہے۔ غرضیکہ برقع اسی طرح اور ایسے طریقے سے پہننا ضروری ہے، جس سے پردہ کے شرعی تقاضے پورے ہوں۔ واللہ الموفق۔

آپ کے دینی مسائل کا حل ادارہ

زیورات کی زکاۃ اوراس کا نصاب

سوال

کیا استعمالی اور غیراستعمالی زیورات کی زکاۃ واجب ہے؟
بعض لوگ اس کا انکار کرتے ہیں، اس سلسلہ میں دلائل کے ساتھ مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سونے چاندی کے استعمالی وغیراستعمالی زیورات کا حکم زکاۃ کے بارے میں خالص اور سادے سونے چاندی کی طرح ہے، یعنی نصاب کی مقدار ہونے پر اس کی زکاۃ بھی واجب ہے۔

اورسونے چاندی کے الفاظ جس طرح سادے اور خالی سونے چاندی پر صادق آتے ہیں، اسی طرح اس کے زیورات پر بھی صادق آتے ہیں، اس لئے سونے چاندی کی زکاۃ کے دلائل، سونے چاندی کے زیورات پر زکاۃ واجب ہونے کے لئے کافی ہیں۔

سونے چاندی کے زیورات پر زکاۃ واجب ہونے کے چند دلائل تحریر کئے جاتے ہیں۔

(۱)......قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ،يَوْمَ يُحْمَى عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ (سورۃ التوبۃ آیت نمبر ۳۵،۳۴)

ترجمہ: جولوگ سونے اور چاندی کو جمع کر کے رکھتے ہیں، اور اس کو اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے، تو آپ ان کو دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے، جو کہ اس دن ہوگا کہ اس کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر اس سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور ان کی کروٹوں اور ان کی پشتوں کو داغا جائے گا، پھر کہا جائے گا، یہ وہ ہے جس کو تم نے اپنے واسطے جمع کر کے رکھا

تھا،لہٰذا اب اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو(ترجمہ ختم)

مذکورہ آیت اور روایت سے معلوم ہوا کہ جو سونے اور چاندی کی زکاۃ ادا نہ کرے تو وہ مال اس کے لئے وبال ہے اور کنز میں داخل ہے،اور کئی احادیث میں ہے کہ جب سونے چاندی اور اس کے زیورات کی زکاۃ ادا کردی جائے تو وہ کنز نہیں رہتا۔

اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سونے چاندی کے مال کو عام فرمایا گیا ہے،اس میں یہ قید نہیں لگائی گئی کہ وہ سادہ اور خالص ہو،لہٰذا اس کا تقاضا یہ ہوگا کہ سونا اور چاندی جس شکل میں بھی ہوگا،اس پر زکاۃ واجب ہے(ملاحظہ ہو:احکام القرآن للجصاص،تحت آیت ۳۳،۳۴من سورۃ البرأۃ)

(۲)......ام المومنین سیدہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كُنْتُ أَلْبَسُ أَوْضَاحًا مِنْ ذَهَبٍ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَكَنْزٌ هُوَ فَقَالَ مَا بَلَغَ أَنْ تُؤَدَّى زَكَاتُهُ فَزُكِّيَ فَلَيْسَ بِكَنْزٍ(ابوداوٗد،کتاب الزکاۃ،باب الکنز ما هو وزكاة الحلی)

ترجمہ: میں سونے کا خاص زیور پہنتی تھی،تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا،کہ کیا یہ کنز ہے(جس پر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں عذاب کی وعید سنائی ہے)تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،کہ اگر اس کی مقدار اتنی ہو کہ جس کی زکاۃ دی جاتی ہے،اور پھر آپ اس کی زکاۃ دے دیں،تو یہ کنز نہیں ہے(ترجمہ ختم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زیور میں زکاۃ واجب ہے،اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جس مال کی زکاۃ ادا نہ کی جائے؛وہ کنز کہلاتا ہے،جس پر سخت وعید ہے،جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ [۱]

اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ [۲]

---

[۱] وَقَدْ حَوَى هَذَا الْخَبَرُ مَعْنَيَيْنِ :أَحَدُهُمَا :وُجُوبُ زَكَاةِ الْحُلِيِّ ، وَالْآخَرُ :أَنَّ الْكَنْزَ مَا لَمْ تُؤَدَّ زَكَاتُهُ (أحكام القرآن للجصاص ،تحت آيت ۳۳،۳۴من سورة البرأة)

[۲] رَوَاهُ أَبُو دَاوُد وَالْحَاكِم وَاللَّفْظ لَهُ وَقَالَ صَحِيح عَلَى شَرط البُخَارِي وَأما ابْن حزم فَقَالَ فِيهِ عتاب بن بشير وَهُوَ مَجْهُول قلت لَا قد رُوِيَ عَن جمَاعَة وَعنهُ جمَاعَة وَوَثَّقَهُ يَحْيَى بن معين وَاحْتج بِهِ البُخَارِيّ فِي صَحِيحه وَقد تَابعه مُحَمَّد بن مهَاجر كَمَا رَوَاهُ الْحَاكِم من طَرِيقه(تحفة المحتاج إلى أدلة المنهاج، لابن الملقن،باب زكاة النقد)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس حدیث کوامام حاکم نے بھی اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہےاوراس کوصحیح قرار دیا ہے(ملاحظہ ہو: مستدرک حاکم حدیث نمبر۱۴۳۸)

نیز اس حدیث کوامام دارقطنی نے بھی اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے(ملاحظہ ہو:سنن دارقطنی،حدیث۱۹۷۳باب مادی زکاتہ فلیس بکنز)

اورامام طبرانی اورامام بیہقی رحمہما اللہ نے بھی اپنی سند کے ساتھ اس حدیث کوروایت کیا ہے(ملاحظہ ہو:معجم طبرانی کبیر حدیث نمبر۱۹۱۰۷،سنن البیہقی حدیث نمبر۷۴۸۵)

اوراس مضمون کی اوربھی کئی احادیث موجود ہیں۔

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ اگر استعمالی زیور کی زکاۃ نہ دی جائے،تو وہ کنز میں داخل ہےاور عذاب کا باعث ہے،جس کا ذکر پیچھے قرآن مجید کی آیت میں گزر چکا ہے۔

(۳)......اورعمرو بن شعیب اپنے والد اوروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- وَمَعَهَا ابْنَةٌ لَهَا وَفِى يَدِ ابْنَتِهَا مَسَكَتَانِ غَلِيظَتَانِ مِنْ ذَهَبٍ فَقَالَ لَهَا أَتُعْطِينَ زَكَاةَ هَذَا .قَالَتْ لاَ .قَالَ أَيَسُرُّكِ أَنْ يُسَوِّرَكِ اللَّهُ بِهِمَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ سِوَارَيْنِ مِنْ نَارٍ .قَالَ فَخَلَعَتْهُمَا فَأَلْقَتْهُمَا إِلَى النَّبِىِّ -صلى الله عليه وسلم- وَقَالَتْ هُمَا لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلِرَسُولِهِ(ابو داؤد،کتاب الزکاۃ،باب الکنز ما ہو وزکاۃ الحلی)

ترجمہ: ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئی،جس کے ساتھ اس کی ایک بیٹی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

رواه البيهقى وقال تفرد به ثابت بن عجلان وقال ابن الجوزى فى (التحقيق) محمد بن مهاجر قال ابن حبان يضع الحديث على الثقات قلت قال فى (تنقيح التحقيق) لا يضر تفرد ثابت به فإنه روى له البخارى ووثقه ابن معين وقال فيه أيضا الذى قيل فى محمد ابن مهاجر وهم فإن محمد بن مهاجر الكذاب ليس هو هذا فهذا الذى يروى عن ثابت بن عجلان ثقة شامى أخرج له مسلم فى (صحيحه) ووثقه أحمد وابن معين وأبو زرعة ودحيم وأبو داود وآخرون وذكره ابن حبان فى (الثقات) وقال كان متقنا وأما محمد بن مهاجر الكذاب فإنه متأخر وعتاب بن بشير وثقه ابن معين(عمدة القارى شرح صحيح البخارى،باب الزكاة على الأقارب)

فان قيل ،ان عطاء ابن أبى رباح - لم يسمع من أم سلمة ، فهو مرسل .

يقال فى الجواب ان عطا ء بن ابى رباح من ثقات التاابعين فلا يضر ارساله عندفقهائنا

Idara Ghufran

تھی، اوراس بیٹی کے ہاتھ میں دوسونے کے بھاری کنگن تھے،تو رسول اللہﷺ نے اس سے فرمایا کہ کیاتم ان کی زکاۃ دیتی ہو؟

اس عورت نے کہا کہ نہیں، تو رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ کیاتم یہ پسند کرتی ہو کہ ان دوکنگنوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تم کو آگ کے دوکنگن پہنادیں، یہ سن کراس عورت نے وہ دونوں کنگن (بچی کے ہاتھ سے) نکالے اورحضورﷺ کی طرف ڈال دیئے اورکہا کہ یہ دونوں اللہ اوراس کے رسول کے لئے ہیں(آپ جہاں چاہیں اللہ کے راستے میں خرچ فرمادیں)(ترجمہ ختم)

اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ [۱]

(۴)......اورامام نسائی اورامام دارقطنی رحمہما اللہ اپنی سند کےساتھ اس واقعہ کواس طرح روایت کرتے ہیں:

أَنَّ امْرَأَةً مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ أَتَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِنْتٌ لَهَا فِي يَدِ ابْنَتِهَا مَسَكَتَانِ غَلِيظَتَانِ مِنْ ذَهَبٍ فَقَالَ أَتُؤَدِّينَ زَكَاةَ هَذَا قَالَتْ لَا قَالَ أَيَسُرُّكِ أَنْ يُسَوِّرَكِ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ بِهِمَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ سِوَارَيْنِ مِنْ نَارٍ قَالَ فَخَلَعَتْهُمَا فَأَلْقَتْهُمَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ هُمَا لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (نسائی، کتاب الزکاة، بَاب زَكَاةِ الْحُلِيِّ واللفظ لهٗ، دارقطنی حدیث نمبر ۲۰۰۵)

ترجمہ: اہلِ یمن کی ایک عورت رسول اللہﷺ کے پاس حاضرہوئی، جس کے ساتھ اس کی ایک بیٹی تھی، اوراس بیٹی کے ہاتھ میں دوسونے کے بھاری کنگن تھے،تو رسول اللہﷺ نے

---

[۱] علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قلت قال ابن القطان فی کتابه إسناده صحیح وقال الحافظ المنذری إسناده لا مقال فیه فإن أبا داود رواه عن أبی کامل الجحدری وحمید بن مسعدة وهما من الثقات احتج بهما مسلم وخالد بن الحارث إمام فقیه احتج به البخاری ومسلم وکذلک حسین بن ذکوان المعلم احتجا به فی (الصحیح) ووثقه ابن المدینی وابن معین وأبو حاتم وعمرو بن شعیب ممن قد علم وهذا إسناد تقوم به الحجة إن شاء الله تعالی (عمدة القاری باب زکاة علی الاقارب)

اورصاحب تحفۃ الاحوذی لکھتے ہیں:

قُلْت :فَظَهَرَ أَنَّ قَوْلَ التِّرْمِذِيِّ لَا يَصِحُّ فِي هَذَا عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْءٌ غَيْرُ صَحِيحٍ وَاَللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ (تحفة الاحوذی بَاب مَا جَاءَ فِي زَكَاةِ الْحُلِيِّ)

Idara Ghufran

اس سے فرمایا کہ کیا تم ان کی زکاۃ دیتی ہو؟

اس عورت نے کہا کہ نہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم یہ پسند کرتی ہو کہ ان دو کنگنوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تم کو آگ کے دو کنگن پہنا دیں، یہ سن کر اس عورت نے وہ دونوں کنگن (بچی کے ہاتھ سے) نکالے اور حضور ﷺ کی طرف ڈال دیئے اور کہا کہ یہ دونوں اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہیں (آپ جہاں چاہیں اللہ کے راستے میں خرچ فرما دیں) (ترجمہ ختم)

اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی اس واقعہ کو اپنی سند سے روایت کیا ہے، اور اس کو صحیح قرار دیا ہے (ملاحظہ ہو: معرفۃ السنن والآثار بیہقی حدیث نمبر ۲۵۰۳ و ۲۵۰۴، السنن الکبریٰ، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الحلی)

یہ حدیث مختلف سندوں سے مروی ہے، اور صحیح ہے۔ [1]

(۵)......حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

دَخَلْتُ أَنَا وَخَالَتِی عَلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهَا أَسْوِرَةٌ مِنْ ذَهَبٍ فَقَالَ لَنَا أَتُعْطِيَانِ زَكَاتَهُ قَالَتْ فَقُلْنَا لَا قَالَ أَمَا تَخَافَانِ أَنْ يُسَوِّرَكُمَا اللَّهُ أَسْوِرَةً

---

[1] وأما حديث عبد الله بن عمرو ، فينبغي -على أصل أبي محمد -أن يقبله ويصححه ، فقد عهد يقبل حديث عمرو بن شعيب ، عن أبيه ، عن جده ، إذا كان الرواى عنه ثقة .وقد ذكرنا له من ذلک أحاديث ، والترمذی إنما ضعف حديث عبد الله ابن عمرو ؛ لأنه وقع له من رواية ابن لهيعة ، والمثنى بن الصباح ، عن عمرو ، فضعفهما ، وضعفه بهما ، لا بعمرو بن شعيب .وللحديث إسناد صحيح إلى عمرو بن شعيب ، قد احتج به أبو محمد .قال أبو داود :حدثنا أبو كامل ، وحميد بن مسعدة المعنى ، أن خالد بن الحارث ، حدثهم قال :حدثنا حسين (المعلم ، عن عمرو بن شعيب ، عن أبيه ، عن جده أن امرأة أتت) رسول الله (ﷺ) ، ومعها ابنة لها ، وفی يد ابنتها مسكتان غليظتان) / / من ذهب ، فقال لها ' :أتعطين زكاة هذا 'قالت :لا ، قال ' :أيسرک أن يسورک الله بهما يوم القيامة سوارين من نار '، قال :فخلعتهما ، فألقتهما إلى النبی (ﷺ) ، وقالت :هما لله ولرسوله .وهذا إسناد صحيح إلى عمرو ، وعمرو عن أبيه ، عن جده من قد علم .وإنما ألزمته ما التزم .والترمذی إنما ضعفه ؛ لأنه لم يصل عنده إلى عمرو بن شعيب إلا بضعيفين كما ذكرناه .والدارقطنی أيضا الذی استوعب أحاديث هذا الباب ، إنما ساقه من رواية حجاج بن أرطاة ، عن عمرو بن شعيب ، وذكره أيضا من رواية سفيان بن حسين بعد الموضع الذی جمع فيه أحاديث الباب مفردا .وأبو محمد إنما نظر الحديث عند الدارقطنی ، وأغفل كتاب أبی داود .(بيان الوهم والإيهام فی كتاب الأحكام ج۵ ص ۳۶۶ تحت رقم ۲۵۳۹)

Idara Ghufran

مِنْ نَارٍ أَدِّيَا زَكَاتَهُ(مسنداحمد حديث نمبر ۲۶۳۳۲)

ترجمہ: میں اور میری خالہ نبی ﷺ کے پاس گئیں، اور میری خالہ کے پاس سونے کے کنگن تھے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم اس کی زکاۃ دیتی ہو؟ ہم نے کہا کہ نہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم اس بات سے نہیں ڈرتیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں آگ کے کنگن پہنائیں، ان کی زکاۃ ادا کیا کرو (ترجمہ ختم)

یہ حدیث حسن درجہ میں داخل ہے۔ [۱]

اس سے معلوم ہوا کہ عورت کے استعمالی زیور کی بھی زکاۃ واجب ہے، اگرچہ وہ زیور عورت کی ملکیت میں ہو

(۶)......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے؛ وہ فرماتی ہیں:

دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَى فِي يَدَيَّ فَتَخَاتٍ مِنْ وَرِقٍ فَقَالَ مَا هَذَا يَا عَائِشَةُ فَقُلْتُ صَنَعْتُهُنَّ أَتَزَيَّنُ لَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ أَتُؤَدِّينَ زَكَاتَهُنَّ قُلْتُ لَا أَوْ مَا شَاءَ اللَّهُ قَالَ هُوَ حَسْبُكِ مِنَ النَّارِ (ابوداؤد، كتاب الزكاة، باب الكنز ما هو وزكاة الحلى)

ترجمہ: میرے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے؛ تو انہوں نے میرے ہاتھ میں میں چاندی کی بڑی بڑی انگوٹھیاں دیکھیں، تو آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ یہ کیا ہے؟

میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! میں نے یہ آپ کی خاطر زینت حاصل کرنے کے لئے بنوائی ہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا آپ ان کی زکاۃ دیتی ہو؟ میں نے کہا کہ نہیں، یا اسی سے ملتا جلتا جو اللہ کو منظور تھا؛ وہ جواب دیا۔

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ آپ کو آگ کے عذاب کے لئے کافی ہے (ترجمہ ختم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کے استعمالی زیور میں بھی زکاۃ واجب ہے، اور چاندی سے بنے ہوئے زیور کو بھی چاندی کہا جاتا ہے، جیسا کہ اس حدیث میں ذکر ہے۔

اگر شبہ کیا جائے کہ ان انگوٹھیوں کی مقدار تو نصاب کی مقدار سے کم ہوگی، پھر زکاۃ کا حکم کیسے فرمایا گیا؟ اس

---

[۱] قال الهيثمي:

رَوَاهُ أَحْمَدُ، وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ (مجمع الزوائد ج۳ص ۶۶، كتاب الزكاة، باب زكاة الحلى)

لَا شَكَّ فِي أَنَّهُ يَصْلُحُ لِلِاسْتِشْهَادِ (تحفة الاحوذى، باب ماجاء زكاة الحلى)

کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ دوسرے زیور یا سونے چاندی کے ساتھ ملا کر نصاب کی مقدار بننے کی وجہ سے یہ حکم فرمایا ہو۔ [1]

یہ حدیث سند کے لحاظ سے درست ہے۔ [2]

(۷)......اور امام احمد اور امام بیہقی رحمہما اللہ؛ حضرت یعلیٰ بن مرۃ ثقفی کی سند سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ عَلَيْهِ خَاتَمٌ مِنَ الذَّهَبِ عَظِيمٌ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتُزَكِّي هَذَا فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَمَا زَكَاةُ هَذَا فَلَمَّا أَدْبَرَ الرَّجُلُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمْرَةٌ عَظِيمَةٌ عَلَيْهِ (مسند احمد حديث نمبر ۱۶۸۹۸ ؛واللفظ لهٗ،السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الزكاة،باب تحريم تحلى الرجال بالذهب)

ترجمہ: نبی ﷺ کے پاس ایک شخص آیا؛ جس کے ساتھ سونے کی ایک بڑی انگوٹھی تھی، تو اسے نبی ﷺ نے فرمایا کہ کیا آپ اس کی زکاۃ دیتے ہو؟ تو اس نے کہا کہ اے اللہ کی رسول اس کی کیا زکاۃ ہوگی؟ (رسول اللہ ﷺ نے اس کے اس غیر مہذب کلام کی وجہ سے خاموشی اختیار فرمائی) پھر جب یہ آدمی چلا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ انگوٹھی اس پر ایک آگ

---

[1] حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عُمَرَ بْنِ يَعْلَى فَذَكَرَ الْحَدِيثَ نَحْوَ حَدِيثِ الْخَاتَمِ قِيلَ لِسُفْيَانَ كَيْفَ تُزَكِّيهِ قَالَ تَضُمُّهُ إِلَى غَيْرِهِ(ابو داؤد، كتاب الزكاة،باب الكنز ما هو وزكاة الحلى)

[2] أخرجه أبو داود (1565) والدارقطنى (205) والحاكم (1 / 390 - 389) والبيهقى (4 / 139) عن محمد بن عمرو بن عطاء عن عبد الله بن شداد .وقال الحاكم ": صحيح على شرط الشيخين . "ووافقه الذهبى وهو كما قالا .وكلام الشيخ ابن دقيق العيد فى "الإمام) على ما نقله الزيلعى (2 / 371) يشعر أنه على شرط مسلم فقط فقد قال ": ويحيى بن أيوب (أحد رواته) أخرج له مسلم . . .والحديث على شرط مسلم . "ويحيى بن أيوب هو الغافقى أبو العباس المصرى وقد أخرج له البخارى أيضا .هذا ومحمد بن عمرو بن عطاء ثقة أيضا محتج به فى الصحيحين وقد وقع فى سند الدارقطنى (محمد بن عطاء) منسوبا إلى جده فقال فيه " :مجهول "وتبعه على ذلک ابن الجوزى فى "التحقيق "(1 / 198 / 1) وهو ذهول منهما رده الأئمة من بعدهما كالزيلعى والعسقلانى وغيرهما (إرواء الغليل فى تخريج أحاديث منار السبيل للالبانى)

کا بڑا انگارہ ہے(ترجمہ ختم)

(۸)......اور امام طبرانی اور امام بیہقی رحمہما اللہ اپنی سند سے اس واقعہ کو یعلیٰ بن مرۃ ثقفی سے اس طرح روایت کرتے ہیں:

أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي يَدِي خَاتَمٌ مِنْ ذَهَبٍ، فَقَالَ :أَتُؤَدِي زَكَاةَ هَذَا؟قُلْتُ :لا، قَالَ :جَمْرَةٌ عَظِيمَةٌ .(المعجم الكبير للطبرانى حديث نمبر ۱۸۱۳۳ ؛واللفظ لهٗ،السنن الكبرىٰ للبيهقى،كتاب الزكاة،باب تحريم تحلى الرجال بالذهب)

ترجمہ: میں نبی ﷺ کے پاس آیا،اور میرے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی تھی،تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم اس کی زکاۃ دیتے ہو؟ میں نے کہا کہ نہیں،تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تو آگ کا بڑا انگارہ ہے(ترجمہ ختم)

مطلب یہ تھا کہ انگوٹھی کی زکاۃ نہ دینا آگ کے عذاب کا ذریعہ ہے۔ [۱]

اور مرد کو سونے کی انگوٹھی پہننا ویسے بھی ناجائز ہے،اور اوپر سے اس کی زکاۃ بھی ادا نہ کی جائے تو یہ دوسرا وبال ہے۔

(۹)......اور حافظ ابوالشیخ ابنِ حیان اصبہانی اپنی سند سے حضرت فاطمہ بنتِ قیس رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

أتيت النبى صلى الله عليه وسلم بطوق فيه سبعون مثقالا من ذهب ، فقلت : يا رسول الله ، خذ منه الفريضة التى جعل الله فيه .قالت :فأخذ رسول الله ﷺ مثقالا وثلاثة أرباع مثقال(جزء فى فوائد ابنِ حيان ،حديث نمبر ۲۷)

ترجمہ: میں نبی ﷺ کے پاس ایک سونے کا ہار لے کر حاضر ہوئی؛ جو کہ ستر مثقال کا تھا،اور میں نے کہا اے اللہ کے رسول !اس میں سے اس فریضہ کو نکال لیجئے جو اللہ تعالیٰ نے اس میں زکاۃ کے طور پر مقرر فرمایا ہے،تو رسول اللہ ﷺ نے اس میں سے ایک مثقال اور ایک مثقال کے چار میں سے تین حصے(یعنی 3/4) نکال لئے(ترجمہ ختم)

---

[۱] .قَالَ الْوَلِيدُ فَقُلْتُ لِسُفْيَانَ :كَيْفَ تُؤَدِّى زَكَاةَ خَاتَمٍ وَإِنَّمَا قَدْرُهُ مِثْقَالٌ أَوْ نَحْوُهُ؟ قَالَ : تُضِيفُهُ إِلَى مَا تَمْلِكُ فِيمَا يَجِبُ فِى وَزْنِهِ الزَّكَاةُ ، ثُمَّ تُزَكِّيهِ .وَكَذَلِكَ رَوَاهُ جَمَاعَةٌ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ مُسْلِمٍ(السنن الكبرىٰ للبيهقى، كتاب الزكاة،باب تحريم تحلى الرجال بالذهب)

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ زیورات میں بھی زکاۃ فرض ہے، اگرچہ وہ عورت کا استعمالی ہی کیوں نہ ہو، اور حضورﷺ کے زمانے میں زیورات کی زکاۃ پر فرضیت کا معاملہ معروف ومشہور تھا۔

اور حضورﷺ نے ڈھائی فیصد زکاۃ نکالی ہے، کیونکہ حساب کے اعتبار سے اس حدیث میں مذکورہ مقدار ڈھائی فیصد یعنی چالیسواں حصہ بنتی ہے۔

اس حدیث کی سند بالکل صحیح ہے۔

اوراس حدیث کونقل کرنے والے ابوالشیخ ابنِ حیان؛ حافظ الحدیث اور ثقہ اور مامون ہیں۔ ۱؎

اوراس حدیث کے باقی راوی بھی معتبر ہیں۔ ۲؎

(۱۰)......حضرت ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ:

أَنَّ امْرَأَةَ ابْنِ مَسْعُودٍ سَأَلَتْهُ عَنْ طَوْقٍ لَهَا فِيهِ عِشْرُونَ مِثْقَالاً مِنْ ذَهَبٍ فَقَالَتْ أُزَكِّيهِ قَالَ نَعَمْ قَالَتْ كَمْ قَالَ خَمْسَةُ دَرَاهِمَ قَالَتْ أُعْطِيهَا فَلاَنًا ابْنُ أَخٍ لَهَا يَتِيمٌ فِى حَجْرِهَا .قَالَ نَعَمْ إِنْ شِئْتِ(سنن دار قطنی،باب لَيْسَ فِى مَالِ الْمُكَاتَبِ زَكَاةٌ حَتَّى يُعْتَقَ)

ترجمہ: ایک عورت نے حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک ہار کے بارے میں سوال کیا جوسونے کے بیس مثقال (یعنی ساڑھے سات تولہ) وزن کا تھا، اور کہا کہ کیا میں اس کی زکاۃ ادا کروں گی؟ تو حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جی ہاں! اس عورت نے سوال کیا

۱؎ .قَالَ الْوَلِيدُ فَقُلْتُ لِسُفْيَانَ :كَيْفَ تُؤَدِّى زَكَاةَ خَاتَمٍ وَإِنَّمَا قَدْرُهُ مِثْقَالٌ أَوْ نَحْوَهُ؟ قَالَ : تُضِيفُهُ إِلَى مَا تَمْلِكَ فِيمَا يَجِبُ فِى وَزْنِهِ الزَّكَاةُ ، ثُمَّ تُزَكِّيهِ .وَكَذَلِكَ رَوَاهُ جَمَاعَةٌ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ مُسْلِمٍ(السنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الزکاۃ،باب تحریم تحلی الرجال بالذهب)

۱؎ وابن حیان :هو الحافظ أبو الشیخ عبدالله بن محمد بن حیان الاصبهانی ، ذو التصانیف، توفی سنة تسع وستین وثلاث مئة، عن بضع وتسعین سنة(سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص ۱۳)

أبو الشیخ حافظ اصبهان ومسند زمانه الامام أبو محمد عبد الله بن محمد بن جعفر ابن حیان الانصاری صاحب المصنفات السائرة ویعرف بأبی الشیخ، ولد سنة اربع وسبعین ومائتین......قال ابن مردویه :ثقة مأمون، صنف التفسیر والکتب الکثیر فی الاحکام وغیر ذلک.وقال أبو بکر الخطیب :کان حافظا ثبتا متقنا، وروی عن بعض العلماء قال :ما دخلت علی الطبرانی إلا وهو یمزح أو یضحک، وما دخلنا علی ابی الشیخ إلا وهو یصلی .قال أبو نعیم :کان أحد الاعلام، صنف الاحکام والتفسیر، وکان یفید عن الشیوخ ویصنف لهم ستین سنة وکان ثقة.(تذکرة الحفاظ ج۳ص ۹۴۵)

۲؎ اورناصرالدین البانی صاحب نے بھی اس حدیث کے تمام راویوں کوثقہ تسلیم کیا ہے(ملاحظہ ہو:السلسلة الصحیحة الکاملة تحت حدیث رقم ۲۹۷۸)

کہ کتنی؟ تو حضرت ابنِ مسعود نے فرمایا کہ پانچ درہم (جو کہ بیس مثقال کا اڑھائی فیصد تھا) اس عورت نے عرض کیا کہ کیا میں اپنے بھائی کے فلاں بیٹے کو دے سکتی ہوں، جو کہ ان کی پرورش میں ہے اور یتیم ہے؟ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر چاہیں تو دے سکتی ہیں (ترجمہ ختم)

فائدہ: اس وقت بیس مثقال (یعنی ساڑھے سات تولہ) کی ڈھائی فیصد مالیت پانچ درہم کے برابر تھی، اس لئے آپ نے پانچ درہم زکاۃ میں ادا کرنے کا فتویٰ دیا، ورنہ آدھا مثقال بھی زکاۃ میں دینا جائز تھا، جیسا کہ دیگر روایات میں آتا ہے۔

(۱۱)......اور امام طبرانی رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

سَأَلَتْهُ امْرَأَةٌ عَنْ حُلِيٍّ لَهَا أَفِيهِ زَكَاةٌ؟ قَالَ ":إِذَا بَلَغَ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ فَزَكِّيهِ "، قَالَتْ :إِنَّ فِي حِجْرِي أَيْتَامًا فَأَدْفَعُهُ إِلَيْهِمْ؟ قَالَ ":نَعَمْ." (المعجم الكبير للطبراني حديث نمبر ۹۴۷۸) [۱]

ترجمہ: ایک عورت نے حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے زیور کے بارے میں سوال کیا کہ کیا اس میں زکاۃ ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ جب دوسو درہم (یعنی ساڑھے باون تولہ) کی مقدار ہو تو اس کی زکاۃ ادا کرنی ہوگی۔

اس عورت نے سوال کیا کہ میری پرورش میں یتیم ہے، کیا میں اس کو زکاۃ دے سکتی ہوں؟ تو حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں دے سکتی ہو (ترجمہ ختم)

اس زمانے میں درہم چاندی کے، اور دینار سونے کے ہوا کرتے تھے، لہٰذا دوسو درہم (یعنی ساڑھے باون تولہ) زیور کی مقدار میں زکاۃ واجب ہونے کا حکم اس صورت میں ہے جب کہ وہ زیور چاندی کا ہو، اور اگر زیور سونے کا ہو تو اس کی مقدار بیس دینار یا بیس مثقال (یعنی ساڑھے سات تولہ) ہے، جس کا ذکر دیگر

---

[۱] قال الهيثمي:

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ ، وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ ، وَلَكِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَمْ يَسْمَعْ مِنَ ابْنِ مَسْعُودٍ .(مجمع الزوائد ج۳ص ۶۷، كتاب الزكاة، باب زكاة الحلى)

قلت :يعتبر مراسيل ابراهيم النخعي عند المحدثين .

احادیث وروایات میں وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔
بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ یہ سوال کرنے والی خاتون حضرت ابنِ مسعودرضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔
(۱۲)......ابنِ ابی شیبۃ نے اپنی سند سے روایت کیا ہے کہ:

كَانَ لاِمْرَأَةِ عَبْدِ اللهِ طَوْقٌ فِيهِ عِشْرُونَ مِثْقَالاً ، فَأَمَرَهَا أَنْ تُخْرِجَ مِنْهُ خَمْسَةَ دَرَاهِمَ. (مصنف ابنِ ابی شیبة باب مَا قَالُوا فِي الدَّنَانِيرِ :مَا يُؤْخَذُ مِنْهَا فِي الزَّكَاةِ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود کی بیوی کے پاس بیس مثقال (یعنی ساڑھے سات تولہ) سونے کا ایک ہار تھا، تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کو اس کی پانچ درہم (یعنی اڑھائی فیصد مالیت سے) زکاۃ ادا کرنے کا حکم دیا (ترجمہ ختم)

(۱۳)......اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی سند سے روایت کرتے ہیں کہ:

ان امرأة ابن مسعود رضی الله عنه قالت له ان لی حليا افعلى فيه زكاة قال نعم قالت فان جعلته فی ابن اخ لی يتيم ايجزیء ذلک عنی قال نعم وقال نصف مثقال من كل عشرين مثقالا (الآثار لابی یوسف حدیث نمبر ۴۳۹، کتاب الزکاۃ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود کی بیوی نے ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ میرے پاس زیور ہے، کیا میرے اوپر اس کی زکاۃ ہے؟ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جی ہاں!

آپ کی بیوی نے سوال کیا کہ میرا ایک یتیم بھتیجا ہے، کیا میری طرف سے یہ زکاۃ اس کو دینا جائز ہے؟ تو حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جی ہاں! اور حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیس مثقال (یعنی ساڑھے سات تولہ) میں سے آدھا مثقال (یعنی اڑھائی فیصد، یا چالیسواں حصہ) زکاۃ میں دیا جائے گا (ترجمہ ختم)

اس روایت میں بیس مثقال کی زکاۃ آدھا مثقال ہونے کی وضاحت ہے، اور گزشتہ روایت میں آدھے مثقال کے بجائے پانچ درہم کا ذکر ہے۔

دونوں میں کوئی ٹکراؤ نہیں، کیونکہ زکاۃ میں اسی مال کا ڈھائی فیصد حصہ دینا بھی جائز ہے، اور اتنی مالیت کی دوسری چیز دینا بھی جائز ہے، جیسا کہ آج کل سونے چاندی کی زکاۃ عام طور پر روپیہ پیسہ سے ادا کی جاتی

ہے۔

(۱۴)......حضرت شعیب بن یسار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

كَتَبَ عُمَرُ إِلَى أَبِي مُوسَى :أَنْ مُرْ مَنْ قِبَلَكَ مِنْ نِسَاءِ الْمُسْلِمِينَ أَنْ يُصَدِّقْنَ حُلِيَّهُنَّ (مُصنف ابن أبی شیبة، کتاب الزکاة، باب فی الحلی)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ آپ مسلمانوں کی عورتوں کو یہ حکم فرمائیں کہ وہ اپنے زیورات کی زکاۃ ادا کریں،(ترجمہ ختم)

(۱۵)......حضرت عروہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ:

لَا بَأْسَ بِلُبْسِ الْحُلِيِّ إِذَا أُعْطِيَ زَكَاتُهُ (سنن دارقطنی، کتاب الزکاة، باب زکاة الحلی)

ترجمہ: عورتوں کو زیور پہننے میں کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ اس کی زکاۃ ادا کریں (ترجمہ ختم)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زیور میں زکاۃ کے واجب ہونے کی قائل ہیں، اور اس سے پہلے حدیث کے ضمن میں یہ بات گزر چکی ہے کہ حضور ﷺ نے بھی ان کو زیور کی زکاۃ ادا کرنے کا حکم فرمایا تھا۔

لہٰذا بعض حضرات جو یہ سمجھتے ہیں، کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زیور میں زکاۃ واجب ہونے کی قائل نہیں تھیں، یہ بات درست نہیں ہے۔ [1]

(۱۶)......حضرت عمرو بن شعیب فرماتے ہیں کہ:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو ؛ أَنَّهُ كَانَ يَأْمُرُ نِسَاءَهُ أَنْ يُزَكِّينَ حُلِيَّهُنَّ (مُصنف ابن أبی شیبة، کتاب الزکاة، باب فی الحلی)

ترجمہ: (ان کے پڑدادا) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اپنی عورتوں کو زیوروں کی زکاۃ کا حکم فرمایا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

(۱۷)......اور حضرت عمرو بن شعیب اپنے دادا محمد بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّهُ كَانَ يَكْتُبُ إِلَى خَازِنِهِ سَالِمٍ أَنْ يُخْرِجَ زَكَاةَ حُلِيِّ بَنَاتِهِ كُلَّ سَنَةٍ (سنن

---

[1] أما أثر الآخر لعائشة فحمله أصحابنا على أنها إنما لم تخرج الزكاة من حلی بنات أخيها لأنه لا زكاة فی مال الصبی .لا لأنه ليس فی الحلی زكاة.

دارقطنی، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الحلی،السنن الکبریٰ للبیھقی، کتاب الزکاۃ،باب من قال فی الحلی زکاۃ)

ترجمہ: وہ اپنے خازن سالم کو یہ لکھا کرتے تھے کہ ان کی بیٹیوں کے زیور کی ہر سال زکاۃ نکالا کریں (ترجمہ ختم)

حضرت عمرو بن شعیب کی اپنے دادا سے سماعت سے ثابت ہے، جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

(۱۸)......حضرت خصیف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

عن مجاھد ، وعطاء ، فی زکاۃ الحلی قالا : إذا بلغ مائتی درھم ، أو عشرین مثقالا ، ففیہ الزکاۃ (الاموال للقاسم بن سلام ،باب الصدقۃ فی الحلی من الذھب والفضۃ ، وما فیھما من الاختلاف)

ترجمہ: جلیل القدر تابعی حضرت مجاہد اور حضرت عطاء نے زیور کی زکاۃ کے بارے میں فرمایا کہ جب چاندی کا زیور دو سو درہم (یعنی ساڑھے باون تولہ) کا؛ اور سونے کا زیور بیس مثقال (یعنی ساڑھے سات تولہ) کی مقدار کا ہو، تو اس میں زکاۃ واجب ہے (ترجمہ ختم)

(۱۹)......اور حضرت مالک؛ حضرت عطاء سے روایت کرتے ہیں کہ:

عَنْ عَطَاءٍ ، قَالَ :فِی الْحُلِیِّ زَکَاۃٌ (مُصنف ابن أبی شیبۃ،کتاب الزکاۃ، باب فی الحلی)

ترجمہ: حضرت عطاء نے فرمایا کہ زیور میں زکاۃ واجب ہے (ترجمہ ختم)

(۲۰)......اور حضرت حسین؛ حضرت عطاء ہی سے روایت کرتے ہیں کہ:

عَنْ عَطَاءٍ ، قَالَ :إذَا بَلَغَ الْحُلِیُّ مَا تَجِبُ فِیہِ الزَّکَاۃُ ، فَفِیہِ الزَّکَاۃُ (مُصنف ابن أبی شیبۃ،کتاب الزکاۃ، باب فی الحلی)

ترجمہ: حضرت عطاء نے فرمایا کہ جب زیور اتنی مقدار کا ہو کہ جتنی مقدار پر زکاۃ ہوتی ہے، تو اس میں زکاۃ واجب ہے (ترجمہ ختم)

اور دوسری احادیث میں زیور کے زکاۃ واجب ہونے کی مقدار کو بیان کردیا گیا ہے، اور وہ سونے کی صورت میں بیس مثقال (یعنی ساڑھے سات تولہ) اور چاندی کی صورت میں دو سو درہم (یعنی ساڑھے

Idara Ghufran

باون تولہ)مقدار ہے۔

(۲۱)......حضرت منصور سے روایت ہے کہ:

عن ابن سيرين ، فى الحلى قال : فى عشرين مثقال نصف مثقال ، وفى أربعين مثقالا مثقال (الاموال للقاسم بن سلام ،باب الصدقة فى الحلى من الذهب والفضة ، وما فيهما من الاختلاف)

ترجمہ: حضرت ابنِ سیرین نے فرمایا کہ زیور میں زکاۃ واجب ہے، بیس مثقال (یعنی ساڑھے سات تولہ سونے) میں آدھا مثقال اور چالیس مثقال میں ایک مثقال (ترجمہ ختم)

(۲۲)......حضرت منصور ہی سے روایت ہے کہ:

عَنْ إبْرَاهِيمَ ، قَالَ :فِي الْحُلِيِّ زَكَاةٌ (مُصنف ابن أبى شيبة،كتاب الزكاة، باب فى الحلى)

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ زیور میں زکاۃ واجب ہے(ترجمہ ختم)

(۲۳)......حضرت ابوجعفر فراء سے روایت ہے کہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے، حضرت عبداللہ بن شداد نے فرمایا کہ:

فِي الْحُلِيِّ زَكَاةٌ ، حَتَّى فِي الْخَاتَمِ (مُصنف ابن أبى شيبة،كتاب الزكاة، باب فى الحلى)

ترجمہ: زیور میں زکاۃ واجب ہے، اگرچہ انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو(ترجمہ ختم)

(۲۴)......اور حضرت ابو اسحاق فرماتے ہیں کہ:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَدَّادٍ ؛ أَنَّهُ كَانَ يَرَى فِي الْحُلِيِّ زَكَاةً (مُصنف ابن أبى شيبة،كتاب الزكاة، باب فى الحلى)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن شداد زیور میں زکاۃ کے قائل تھے(ترجمہ ختم)

(۲۵)......حضرت سالم فرماتے ہیں کہ:

عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، قَالَ :فِي حُلِيِّ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ زَكَاةٌ .قَالَ :وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ (مُصنف ابن أبى شيبة،كتاب الزكاة، باب فى الحلى)

ترجمہ: حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ سونے اور چاندی کے زیور میں زکاۃ ہے، اورحضرت سفیان ثوری بھی یہی فرماتے ہیں (ترجمہ ختم)

(۲۶)......حضرت طاؤس کے بیٹے فرماتے ہیں کہ ان کے والد حضرت طاؤس نے فرمایا کہ:

فِی الْحُلِیِّ زَکَاۃٌ(مُصنف ابن أبی شیبة، کتاب الزکاة، باب فی الحلی)

ترجمہ: زیور میں زکاۃ واجب ہے (ترجمہ ختم)

(۲۷)......حضرت عمرو بن ہرم فرماتے ہیں کہ:

سُئِلَ جَابِرُ بْنُ زَیْدٍ :هَلْ فِی الْحُلِیِّ زَکَاۃٌ ؟ قَالَ :نَعَمْ ، إِذَا کَانَ عِشْرِینَ مِثْقَالاً ، أَوْ مِئَتَیْ دِرْهَمٍ(مُصنف ابن أبی شیبة، کتاب الزکاة، باب فی الحلی)

ترجمہ: حضرت جابر بن زید (حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد) سے زیور کی زکاۃ کے بارے میں سوال کیا گیا، تو فرمایا کہ زیور میں زکاۃ ہے، جبکہ سونے کا زیور بیس مثقال (یعنی ساڑھے سات تولہ) کے برابر ہو؛ یا چاندی کا زیور دوسو درہم (یعنی ساڑھے باون تولہ) کے برابر ہو (ترجمہ ختم)

(۲۸)......اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ حضرت جابر بن زید نے فرمایا کہ:

فی الحلی زکاة کل سنة إذا بلغ عشرین مثقالا، أو مائتی درهم (الاموال للقاسم بن سلام ،باب الصدقة فی الحلی من الذهب والفضة ، وما فیهما من الاختلاف)

ترجمہ: زیور میں ہر سال زکاۃ واجب ہے، جبکہ سونے کا زیور بیس مثقال (یعنی ساڑھے سات تولہ) کے برابر ہو؛ یا چاندی کا زیور دوسو درہم (یعنی ساڑھے باون تولہ) کے برابر ہو (ترجمہ ختم)

(۲۹)......حضرت عبدالحمید بن جبیر فرماتے ہیں کہ:

أنه سأل بن المسیب أفی الحلی الذهب والفضة زکاة قال نعم قال قلت إذن یفنی قال ولو (مصنف عبد الرزاق حواله)

ترجمہ: انہوں نے حضرت سعید بن مسیّب سے سوال کیا کہ کیا سونے اور چاندی کے زیور میں زکاۃ ہے؟

تو انہوں نے فرمایا کہ جی ہاں! میں نے کہا کہ اس صورت میں تو وہ ختم ہو جائے گا، تو آپ نے فرمایا کہ اگرچہ ختم ہو جائے (ترجمہ ختم)

(۳۰)......حضرت حجاج فرماتے ہیں کہ:

عَنْ عَطَاءٍ ، وَالزُّهْرِيِّ ، وَمَكْحُولٍ قَالُوا :فِي الْحُلِيِّ زَكَاةٌ .وَقَالُوا :مَضَتِ السُّنَّةُ أَنَّ فِي الْحُلِيِّ ، الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ ، زَكَاةً (مُصنف ابن أبی شیبة، کتاب الزکاة، باب فی الحلی)

ترجمہ: حضرت عطاء، حضرت زہری اور حضرت مکحول تینوں نے فرمایا کہ زیور میں زکاۃ ہے، اور یہ بھی فرمایا کہ یہ سنت برابر جاری ہے کہ سونے چاندی کے زیور میں زکاۃ ہے (ترجمہ ختم)

ان احادیث وروایات سے معلوم ہوا کہ سونے چاندی کے زیور میں زکاۃ کا واجب ہونا صحیح احادیث اور جلیل القدر صحابہ کرام وتابعینِ عظام سے ثابت ہے۔ [1]

اور کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ عقل وقیاس سے بھی سونے چاندی کے زیورات کی زکاۃ کا واجب ہونا ثابت ہوتا ہے۔

کیونکہ سونا اور چاندی (اور روپیہ پیسہ) ایسی چیز ہیں کہ ان پر فی نفسہٖ زکاۃ واجب ہے، ان میں تجارت وغیرہ کی نیت کرنے کی ضرورت نہیں، اور سونا چاندی خواہ غیر ڈھلا ہوا ہو یا درہم ودینار کی شکل میں ہو، یا زیور کی شکل میں ہو؛ یا برتن وغیرہ کی شکل میں؛ ہر حالت میں ان کے سونے اور چاندی ہونے کی حقیقت برقرار رہتی ہے، جبکہ سونے چاندی (اور روپیہ پیسہ) کے علاوہ دوسری چیزوں میں زکاۃ واجب ہونے کے لئے تجارت وغیرہ کی نیت کرنا ضروری ہے۔

اور سونا چاندی عورت کی ملکیت میں ہو؛ تب بھی زکاۃ واجب ہوتی ہے، اور مرد کی ملکیت میں ہو تب زکاۃ واجب ہوتی ہے، اسی طرح زیور کا بھی معاملہ ہے کہ جس کی بھی ملکیت میں ہو، اس کی زکاۃ

---

[1] فقال أبو حنيفة وأصحابه والثوری تجب فيها الزكاة وروى ذلک عن عمر ابن الخطاب وعبد الله بن مسعود وعبد الله بن عمر وعبد الله بن عباس رضی الله تعالى عنهم وبه قال سعيد بن المسيب وسعيد بن جبير وعطاء ومحمد بن سيرين وجابر بن زيد ومجاهد والزهرى وطاووس وميمون بن مهران والضحاک وعلقمة والأسود وعمر بن عبد العزيز وذر الهمدانى والأوزاعى وابن شبرمة والحسن بن حى وقال ابن المنذر وابن حزم الزكاة واجبة بظاهر الكتاب والسنة (عمدة القارى باب الزكاة على الاقارب)

واجب ہوگی۔ ؎۱

پس یہی حق اور درست ہے کہ سونے اور چاندی کے زیور میں زکاۃ واجب ہے۔

اور سونے چاندی کے زیور میں زکاۃ واجب نہ ہونے کے متعلق بعض حضرات نے جو دلائل پیش کئے ہیں، وہ کمزور ہیں، اوران سے سونے چاندی کے زیور میں زکاۃ واجب نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ ؎۲

اور سونے چاندی کے زیور میں وجوبِ زکاۃ کے دلائل کے انتہائی قوی اور عدمِ وجوبِ زکاۃ کے دلائل کے انتہائی کمزور ہونے کی وجہ سے متعدد غیر مقلد واہلِ ظاہر بھی ہمارے فقہائے کرام سے اس مسئلہ میں اختلافِ رائے نہیں رکھتے۔

وَاحُتُجَّ لِمَنُ قَالَ بِعَدَمِ وُجُوبِ الزَّكَاةِ فِي الْحُلِيِّ بِحَدِيثِ جَابِرٍ عَنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :لَيُسَ فِي الْحُلِيِّ زَكَاةٌ "، رَوَاهُ ابُنُ الْجَوُزِيِّ فِي التَّحْقِيقِ بِسَنَدِهِ عَنُ عَافِيَةَ بُنِ أَيُّوبَ عَنُ لَيُثِ بُنِ سَعُدٍ عَنُ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنُهُ . "

؎۱ وَيَدُلُّ عَلَيْهِ مِنُ جِهَةِ النَّظَرِ أَنَّ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ يَتَعَلَّقُ وُجُوبُ الزَّكَاةِ فِيهِمَا بِأَعْيَانِهِمَا فِي مِلْكِ مَنُ كَانَ مِنُ أَهُلِ الزَّكَاةِ لَا بِمَعُنًى يَنُضَمُّ إلَيْهِمَا ، وَالدَّلِيلُ عَلَيْهِ أَنَّ النُّقَرَ وَالسَّبَائِكَ تَجِبُ فِيهِمَا الزَّكَاةُ ، وَإِنُ لَمُ تَكُنُ مُرُصَدَةً لِلنَّمَاءِ ، وَفَارَقَا بِهَذَا غَيْرَهُمَا مِنُ الْأَمُوَالِ لِأَنَّ غَيْرَهُمَا لَا تَجِبُ الزَّكَاةُ فِيهِمَا بِوُجُودِ الْمِلْكِ إلَّا أَنُ تَكُونَ مُرُصَدَةً لِلنَّمَاءِ ، فَوَجَبَ أَنُ لَا يَخُتَلِفَ حُكُمُ الْمَصُوغِ وَالْمَضُرُوبِ .وَأَيُضًا لَمُ يَخُتَلِفُوا أَنَّ الْحُلِيَّ إذَا كَانَ فِي مِلُكِ الرَّجُلِ تَجِبُ فِيهِ الزَّكَاةُ فَكَذَلِكَ إذَا كَانَ فِي مِلُكِ الْمَرُأَةِ كَالدَّرَاهِمِ وَالدَّنَانِيرِ .وَأَيُضًا لَا يَخُتَلِفُ حُكُمُ الرَّجُلِ وَالْمَرُأَةِ فِيمَا يَلُزَمُهُمَا مِنُ الزَّكَاةِ فَوَجَبَ أَنُ لَا يَخُتَلِفَا فِي الْحُلِيِّ .فَإِنُ قِيلَ :الْحُلِيُّ كَالنُّقُرِ الْعَوَامِلِ وَثِيَابِ الْبِذُلَةِ .قِيلَ لَهُ :قَدُ بَيَّنَّا أَنَّ مَا عَدَاهُمَا يَتَعَلَّقُ وُجُوبُ الزَّكَاةِ فِيهِمَا بِأَنُ يَكُونَ مُرُصَدًا لِلنَّمَاءِ ، فَمَا لَمُ يُوجَدُ هَذَا الْمَعْنَى لَمُ تَجِبُ ، وَالذَّهَبُ وَالْفِضَّةُ لِأَعْيَانِهِمَا بِدَلَالَةِ الدَّرَاهِمِ وَالدَّنَانِيرِ ، وَالنُّقَرُ وَالسَّبَائِكُ إذَا أَرَادَ بِهِمَا الْقُنُيَةَ وَالتَّبُقِيَةَ لَا طَلَبَ النَّمَاءِ .وَأَيُضًا لَمَّا لَمُ يَكُنُ لِلصَّنُعَةِ تَأْثِيرٌ فِيهِمَا ، وَلَمُ يُغَيِّرُ حُكُمَهُمَا فِي حَالٍ وَجَبَ أَنُ لَا يَخُتَلِفَ الْحُكُمُ بِوُجُودِ الصَّنُعَةِ وَعَدَمِهَا .فَإِنُ قِيلَ زَكَاةُ الْحُلِيِّ عَارِيَّتُهُ .قِيلَ لَهُ :هَذَا غَلَطٌ ؛ لِأَنَّ الْعَارِيَّةَ غَيْرُ وَاجِبَةٍ ، وَالزَّكَاةُ وَاجِبَةٌ ، فَبَطَلَ أَنُ تَكُونَ الْعَارِيَّةُ زَكَاةً (أحكام القرآن للجصاص ،تحت آيت ۳۳،۳۴من سورة البرأة)

؎۲ أما أثر عائشة فسيأتى فى الكتاب وحمله أصحابنا على أنها إنما لم تخرج الزكاة من حلى بنات أخيها لأنه لا زكاة فى مال الصبى .لا لأنه ليس فى الحلى زكاة وأما أثر ابن عمر فسيأتى فى الكتاب أيضا وحمله أصحابنا على أنه لا زكاة فى مال الصبى .وأما عدم أدائه الزكاة من حلى جواريه فيحمل على أن ابن عمر كان يرى أن المملوك يملك ولا زكاة عليه (التعليق الممجد على المؤطاللامام محمد ،باب زكاة الحلى)

وأما حديث جابر الذى احتجب به الفرقة الأولى فقد قال البيهقى فهو حديث لا أصل له وفيه عافية بن أيوب وهو مجهول فمن احتج به مرفوعا كان مغرورا بدينه داخلا فيما يعيب به ممن يحتج بالكذابين قلت هذا غريب من البيهقى مع تعصبه للشافعى وقال سبط بن الجوزى هو حديث ضعيف مع أنه موقوف على جابر(عمدة القارى شرح صحيح البخارى،باب الزكاة على الأقارب)

Idara Ghufran

وَأُجِيبَ عَنهُ بِأَنَّهُ حَدِيثٌ بَاطِلٌ لا أَصْلَ لَهُ .قَالَ الْبَيْهَقِيُّ فِي الْمَعْرِفَةِ :وَمَا يُرْوَى عَنْ عَافِيَةَ بْنِ أَيُّوبَ عَنْ اللَّيْثِ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ مَرْفُوعًا ": لَيْسَ فِي الْحُلِيِّ زَكَاةٌ "، فَبَاطِلٌ لا أَصْلَ لَهُ ، إِنَّمَا يُرْوَى عَنْ جَابِرٍ مِنْ قَوْلِهِ . وَعَافِيَةُ بْنُ أَيُّوبَ مَجْهُولٌ ، فَمَنْ اِحْتَجَّ بِهِ مَرْفُوعًا كَانَ مَغْرُورًا بِدِينِهِ دَاخِلًا فِيمَا يَعِيبُ الْمُخَالِفِينَ مِنْ الِاحْتِجَاجِ بِرِوَايَةِ الْكَذَّابِينَ اِنْتَهَى .وَقَالَ الشَّيْخُ فِي الْإِمَامِ :رَأَيْت بِخُطَّةِ شَيْخِنَا الْمُنْذِرِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ وَعَافِيَةُ بْنُ أَيُّوبَ لَمْ يَبْلُغْنِي فِيهِ مَا يُوجِبُ تَضْعِيفَهُ ، قَالَ الشَّيْخُ :وَيَحْتَاجُ مَنْ يَحْتَجُّ بِهِ إِلَى ذِكْرِ مَا يُوجِبُ تَعْدِيلَهُ اِنْتَهَى .وَاحْتَجَّ لَهُمْ أَيْضًا بِآثَارِ اِبْنِ عُمَرَ وَعَائِشَةَ وَأَنَسٍ وَجَابِرٍ :وَلِلْقَائِلِينَ بِعَدَمِ وُجُوبِ الزَّكَاةِ فِي الْحُلِيِّ أَعْذَارٌ عَدِيدَةٌ كُلُّهَا بَارِدَةٌ .فَمِنْهَا أَنَّ أَحَادِيثَ الزَّكَاةِ فِي الْحُلِيِّ مَحْمُولَةٌ عَلَى أَنَّهَا كَانَتْ فِي اِبْتِدَاءِ الْإِسْلَامِ حِينَ كَانَ التَّحَلِّي بِالذَّهَبِ حَرَامًا عَلَى النِّسَاءِ فَلَمَّا أُبِيحَ لَهُنَّ سَقَطَتْ الزَّكَاةُ ، وَهَذَا الْعُذْرُ بَاطِلٌ ، قَالَ الْبَيْهَقِيُّ كَيْفَ يَصِحُّ هَذَا الْقَوْلُ مِنْ حَدِيثِ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا وَحَدِيثِ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ وَحَدِيثِ أَسْمَاءَ وَفِيهَا التَّصْرِيحُ بِلُبْسِهِ مَعَ الْأَمْرِ 3بِالزَّكَاةِ اِنْتَهَى .وَمِنْهَا أَنَّ الزَّكَاةَ الْمَذْكُورَةَ فِي هَذِهِ الْأَحَادِيثِ إِنَّمَا كَانَتْ لِلزِّيَادَةِ عَلَى قَدْرِ الْحَاجَةِ ، وَهَذَا اِدِّعَاءٌ مَحْضٌ لا دَلِيلَ عَلَيْهِ ، بَلْ فِي بَعْضِ الرِّوَايَاتِ مَا يَرُدُّهُ ، قَالَ الْحَافِظُ الزَّيْلَعِيُّ وَبِسَنَدِ التِّرْمِذِيِّ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَاقُ بْنُ رَاهْوَيْهِ فِي مَسَانِيدِهِمْ وَأَلْفَاظُهُمْ قَالَ لَهُمَا :فَأَدِّيَا زَكَاةَ هَذَا الَّذِي فِي أَيْدِيكُمَا ، وَهَذَا اللَّفْظُ يَرْفَعُ تَأْوِيلَ مَنْ يَحْمِلُهُ عَلَى أَنَّ الزَّكَاةَ الْمَذْكُورَةَ فِيهِ شُرِعَتْ لِلزِّيَادَةِ فِيهِ عَلَى قَدْرِ الْحَاجَةِ اِنْتَهَى .

وَمِنْهَا أَنَّ الْمُرَادَ بِالزَّكَاةِ فِي هَذِهِ الْأَحَادِيثِ التَّطَوُّعُ إِلَى الْفَرِيضَةِ ، أَوْ الْمُرَادُ بِالزَّكَاةِ الْإِعَارَةُ ، قَالَ الْقَارِي فِي الْمِرْقَاةِ :وَهُمَا فِي غَايَةِ الْبُعْدِ إِذْ لا وَعِيدَ فِي تَرْكِ التَّطَوُّعِ وَالْإِعَارَةِ مَعَ أَنَّهُ لا يَصِحُّ إِطْلَاقُ الزَّكَاةِ عَلَى الْعَارِيَةِ لا حَقِيقَةً وَلا مَجَازًا اِنْتَهَى (تحفة الاحوذی بَاب مَا جَاءَ فِي زَكَاةِ الْحُلِيِّ)

فقط واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

محمد رضوان مؤرخہ:۲۹/ رجب/۱۴۳۰ھ بمطابق 22/ جولائی/2009ء

دارالافتاء، والاصلاح ادارہ غفران، راولپنڈی

Idara Ghufran

کیا آپ جانتے ہیں؟ ترتیب: مفتی محمد یونس

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

سوالات وجوابات

۲۴/۵/۳ ۱۴۲ھ بعد نماز جمعہ کے سوالات اور حضرت مدیر کی طرف سے ان کے جوابات

ان مضامین کو ریکارڈ کرنے کی خدمت مولانا محمد ناصر صاحب نے، ٹیپ سے نقل کرنے کی خدمت مولانا ابرار حسین ستی صاحب نے اور نظر ثانی، ترتیب وتخریج نیز عنوانات قائم کرنے کی خدمت مولانا مفتی محمد یونس صاحب نے انجام دی ہے، اللہ تعالیٰ ان سب کی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائیں......ادارہ

دن کے وقت یا روشنی میں حقِ زوجیت کی ادائیگی

سوال:......دن کے وقت یا رات کو روشنی میں حقِ زوجیت ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز اس کے وقت بالکل عریاں ہونا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:...... حق زوجیت کی ادائیگی میں شریعت نے کوئی قید نہیں لگائی، اور دن یا رات کے اعتبار سے کوئی ممانعت نہیں اور ہر وقت اس کی اجازت ہے، بشرطیکہ کوئی دوسرا مانع مثلاً روزہ وغیرہ نہ ہوا، بہتر اور غیر بہتر اوقات میں تو فرق ہوسکتا ہے، لیکن جائز ہر وقت ہے، اصل یہ ہے کہ جب بھی انسان کو ضرورت اور تقاضا ہو، اس وقت اس عمل کو انجام دیا جاسکتا ہے، اس کا دارومدار ضرورت پر ہے، اور بہتر یہ ہے، کہ ایک دوسرے کے سامنے بالکل بے حجابی کا مظاہرہ نہ ہو، اگرچہ میاں بیوی کی ایک دوسرے کے سامنے بے حجابی میں بھی کئی گناہ نہیں، لیکن بہر حال یہ بات حیا اور غیرت کے خلاف ہے، غیرت کا تقاضا یہ ہے کہ، بقدرِ ضرورت پر اکتفا کریں، بالخصوص روشنی کے وقت بالکل عریاں ہونے سے پرہیز کرنا چاہئے، کیونکہ اس سے انسان کے مزاج میں بے شرمی اور بے حیائی پیدا ہوتی ہے، اور غلط چیزوں کا تقاضا پیدا ہوتا ہے، اس کے علاوہ زوجین کی بعض اوقات اس حالت میں ایک دوسرے پر نظر پڑنے سے نفرت بھی ہوجاتی ہے، کیونکہ لباس انسان کے جسم کی زینت ہے، اور اس زینت کے بغیر ہو تو بعض اوقات اس خاص حالت

Idara Ghufran

میں کسی کو دیکھ کر کوئی خاص بھونڈا نقشہ اور تصویر ذہن میں بیٹھ جاتی ہے، اور اس کے نتیجے میں ایک دوسرے سے کراہیت ہونے لگتی ہے، اور یہ پھر خوش گوار ازدواجی زندگی میں خلل واقع ہونے کا باعث بن جاتا ہے، بہر حال حیا اور غیرت کا تقاضا یہ ہے، کہ اس طرح ایک دوسرے کے سامنے بالکل اس طرح عریاں نہ ہوں کہ روشنی ہو اور بے حجابی کی وجہ سے ایک دوسرے کے اعضاء نظر آرہے ہوں، البتہ اگر اس کے باوجود کبھی نظر آجائیں، تو کوئی گناہ نہیں اور یہ ممکن ہے کہ ایک چیز حلال و جائز ہو، مگر وہ کراہیت کا باعث ہو، مثلاً انسانی تھوک اور، ناک کی ریزش، کہ یہ چیزیں پاک ہیں، لیکن فطرتِ انسانی اس چیز کو گوارا نہیں کرتی کہ ناک کی ریزش یا تھوک کو کھایا جائے، کیونکہ یہ فطرتِ سلیمہ کے خلاف ہے (ملاحظہ ہو فتاویٰ محمودیہ ج۱۹ص۲۳۷)

امام کب اپنا خلیفہ بنائے گا؟

سوال:......اگر نماز میں امام کو حدث لاحق ہو جائے تو وہ کس کو اور کس طرح اپنا نائب بنائے؟

جواب:......امام کو اگر کوئی حدث لاحق ہو جائے اور اسے اپنا نائب بنانا پڑے تو اس کی کچھ شرائط ہیں۔

نماز میں اگر قہقہہ آجائے تو اس سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے، اور حدث اس کو بھی کہتے ہیں، لیکن اس صورت میں امام کو نائب و خلیفہ بنانا جائز نہیں چونکہ ہنسی اختیاری چیز ہے، بلکہ خلیفہ اس صورت میں بنایا جائے گا، جب کہ وضو ٹوٹنے کا سبب کسی انسان کی طرف سے نہ پیش آیا ہو، اپنی طرف سے اور نہ دوسرے کی طرف سے، اپنی طرف سے جیسے جان بوجھ کر وضو توڑ دے دوسرے کی طرف سے یہ ہے کہ دوسرے نے کوئی چیز پھینک کر ماری اور وہ اس کو لگ گئی اور خون نکل گیا تو یہ دوسرے کے اختیار کی بات ہے۔

بلکہ من جانب اللہ وضو ٹوٹ گیا ہو، اور ایک شرط یہ ہے کہ وہ ضرورت عام طور پر انسان کو پیش آتی رہتی ہو، مثلاً نکسیر پھوٹ جائے، یا ریح خارج ہو جائے، یا پیشاب کا قطرہ نکل آئے، یہ عام چیزیں ہیں، تو ان شرائط کے ساتھ وضو ٹوٹا ہو تو پھر دوسرے کو خلیفہ بنا سکتا ہے، اور اس کے اپنے پیچھے جو مقتدی ہے اس کو اشارے سے بتا دے، اور وضو ٹوٹنے کے فوراً بعد اسے اپنی جگہ پر کھڑا کر دے اور خود وضو کرنے چلا جائے، اور وہ اس حال میں کوئی رکن ادا نہ کرے اور اپنا نائب بنانے میں تاخیر بھی نہ کرے اگر اس نے تاخیر کی تو پھر نائب بنانا جائز نہیں بلکہ نئے سرے سے نماز پڑھنی پڑے گی، اس لئے یہ بھی ایک مسئلہ ہے کہ امام کے پیچھے اس شخص کو کھڑا ہونا چاہئے کہ جو بوقتِ ضرورت امام کی جگہ لے سکے، بعض اوقات ایسے لوگ امام کے پیچھے کھڑے ہوتے ہیں، جو الف ب ت بھی نہیں جانتے تو ایسی صورت میں اگر امام کو نائب

بنانے کی ضرورت پڑے تو پریشانی ہوتی ہے اور بعض اوقات نماز ہی ٹوٹ جاتی ہے، کیونکہ جب تک اس نے نائب نہیں بنایا اس وقت تک امام کی بعض غلطیوں سے تمام کی نماز ٹوٹ جائے گی، ہاں اگر اس نے نائب بنادیا تو اب پہلے والے امام سے تعلق ختم ہوگیا، اب اگر یہ وضو کرنے چلا جائے یا کچھ بھی کرے اس سے اب کسی کی نماز نہیں ٹوٹے گی۔

بہر حال یہ ایک مشکل مسئلہ ہے، کیونکہ جہالت اتنی ہے کہ اگر اس طرح امام کسی کو اپنا نائب بنانا چاہے اور نائب بننے والے کو مسئلہ معلوم نہ ہو تو وہ یہ سوچے گا کہ آج امام صاحب کو معلوم نہیں کیا ہو گیا ہے، کہ خود پیچھے ہو رہے ہیں، ایسا نہ ہو کہ وہ کوئی بات ہی کردے کہ کیا بات ہے مجھے کہاں لے جا رہے ہو وغیرہ، تو اس سے تو نماز ہی ٹوٹ جائے گی، نیز اگر جس کو امام بنایا گیا اس کی کچھ رکعتیں چھوٹی ہوئی ہیں، تو ایسی صورت میں جب سلام پھیرنے کا وقت آئے گا، تو اس کو چاہیئے کہ یہ کسی ایسے شخص کو امام بنائے کہ جس کی کوئی رکعت نہ چھوٹی ہو، یعنی مدرک کو، مدرک وہ مقتدی ہوتا ہے جو امام کے ساتھ شروع سے شریک ہو، اور آخر تک اس کی کوئی رکعت نہ چھوٹی ہو۔

اور نائب کے لئے بھی کچھ آداب اور اشارے مقرر ہیں کہ جب امام نائب بنائے گا، تو اس نائب کو وہاں سے ہی نماز شروع کرنی پڑے گی جہاں سے امام کا وضو ٹوٹا ہے، اور اس کے لئے مخصوص اشارے اور علامات مقرر ہیں، جن کے ذریعے سے امام اپنے نائب کو بتلائے گا، کیونکہ بات چیت کرنا تو ممنوع ہے، اور جس کو یہ اشارے نہیں معلوم وہ امام کا نائب کیسے بنے گا، جس طرح وہ شخص جو کہ ٹریفک پولیس کے اشارے نہیں جانتا وہ قانوناً گاڑی چلانے کا مجاز نہیں ہے، اور آجکل عام طور سے جہالت ہے، اور لوگوں کو اس طرح کے مسائل معلوم نہیں ہوتے، بلکہ آجکل تو امام حضرات کو بھی معلوم نہیں ہوتے، اس لئے اگر نائب بننے والا جاہل ہو تو اسے نائب نہ بنائے اور ایسی صورتِ حال پیش آجائے تو امام کو چاہیئے کہ نماز توڑ ہی دے، اور یہ اعلان کردے کہ کوئی عذر پیش آ گیا ہے۔

اس لئے مقتدیوں کو اگر گراں نہ گزرے تو وہ خود وضو کر کے دوبارہ نماز پڑھائے اور اگر گراں گزرنے کا اندیشہ ہو اور مقتدیوں میں کوئی اہل آدمی بھی موجود ہو، تو وہ نماز پڑھا دے، کیونکہ اگر اس سے خود یا اس کے نائب سے ذرا سی بھی گڑبڑ سے سب مقتدیوں کی نماز ضائع ہو جائے گی، اس لئے بہتر یہ ہے کہ ازسرِنو نماز پڑھ لی جائے (ملاحظہ ہو فتاویٰ محمودیہ ج ۶ ص ۵۷۶)

عبرت کدہ ﴿اِنَّ فِیْ ذَالِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَ بْصَارِ﴾ ابوجویریہ

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت اسحاق علیہ السلام (دوسری وآخری قسط)

حضرت اسحاق علیہ السلام کی صورت وسیرت

مستدرک حاکم کی ایک حدیث میں حضرت کعب احبار فرماتے ہیں:

ثُمَّ کَانَ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِیمَ الَّذِی جَعَلَهُ اللّٰهُ نُوْرًا وَّضِیَاءً وَّقُرَّةُ عَیْنٍ لِوَالِدَیْهِ فَکَانَ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ وَجْهًا وَأَکْثَرَهُ جَمَالًا وَأَحْسَنَهُ مَنْطِقًا فَکَانَ أَبْیَضُ جَعْدَ الرَّأْسِ وَاللِّحْیَةِ مُشْبِهًا بِإِبْرَاهِیمَ خَلْقًا وَّخُلُقًا وَوُلِدَ لِإِسْحَاقَ یَعْقُوْبَ وَعِیْصَ فَکَانَ یَعْقُوْبُ أَحْسَنُهُمَا وَأَنْطَقُهُمَا وَأَکْثَرُهُمَا جَمَالًا وَظَرْفًا وَکَانَ عِیْصُ کَثِیْرُ شَعْرِ الرَّأْسِ وَالْجَسَدِ وَالْوَجْهِ وَکَانَ یَسْکُنُ الرُّوْمَ (مستدرک حاکم حدیث نمبر ۴۰۴۳)

ترجمہ: پھر ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام ہوئے؛ جو کہ نور اور نورانیت کا پیکر تھے، اپنے ماں باپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھے، حسن وجمال اور خوبروئی میں سب سے بڑھ کر تھے، زبان کے فصیح وبلیغ تھے، گوری رنگت، گھنگریالے بال سر اور ڈاڑھی کے تھے، صورت وسیرت دونوں میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مشابہ تھے، آپ کے دو بیٹے حضرت یعقوب اور عیصو پیدا ہوئے (یہ جڑواں تھے) حضرت یعقوب حسن وجمال میں، زبان وبیان میں، اور ہمت وحوصلے میں دوسرے بھائی سے بڑھ کر تھے، اور عیصو گھنے بالوں والے تھے، ان کے جسم اور چہرے پر بھی بال تھے، اور روم (یورپ) میں سکونت اختیار کرلی تھی (یعنی جس علاقے میں سکونت اختیار کی، وہی علاقہ بعد میں آپ کے بیٹے روم بن عیص کے نام سے موسوم ہوا)

حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد ونکاح

حضرت اسحاق علیہ السلام نے اپنے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی ہی میں چالیس سال کی عمر میں ''رفقا؛ یا رفقہ'' نامی خاتون سے نکاح کرلیا تھا، جن سے آپ کے دو جڑواں بیٹے پیدا ہوئے، ایک کا نام عیصو (جس کو اہلِ عرب ''عیص'' سے موسوم کرتے ہیں، اور آپ رومیوں کے اجداد میں شمار ہوتے ہیں)

Idara Ghufran

اور دوسرے کا نام یعقوب تھا (جن کو اسرائیل بھی کہا جاتا ہے، اور بنی اسرائیل کی نسبت انہی کی طرف ہے، اسرائیل عبرانی زبان کا لفظ ہے، جو اسرا اور عیل سے مرکب ہے، اسرا کا معنیٰ اس زبان میں عبد یعنی بندہ کے ہیں، اور عیل بمعنیٰ اللہ ہے، تو اسرائیل کا معنیٰ ہوا عبداللہ یعنی اللہ کا بندہ) اور یہ بعد میں جلیل القدر پیغمبر بنے، اور حضرت یوسف علیہ السلام کے والد تھے۔ [۱]

بیٹوں کی پیدائش کے وقت حضرت اسحاق علیہ السلام کی عمر ساٹھ سال تھی۔

اس کے بعد عیص یا عیصو بن اسحاق علیہ السلام کا نکاح اپنے چچا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بیٹی سے ہوا، جن سے روم بن عیص پیدا ہوئے (جن سے رومیوں کی نسل چلی، یعنی اہلِ یورپ ان کی اولاد ہیں، اس طرح عیصو کے واسطے سے اہلِ یورپ کا نسب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مل جاتا ہے، اور بنی اسرائیل یعنی قومِ یہود وغیرہ کا نسب حضرت یعقوب علیہ السلام کے واسطے سے حضرت اسحاق وابراہیم علیہما السلام سے ملتا ہے) [۲]

اور یعقوب بن اسحاق نے اپنے ماموں کی بیٹی ''لیا بنت لبان'' سے نکاح کیا، جن سے ان کے چھ بیٹے پیدا ہوئے (جو حضرت یوسف علیہ السلام کے سوتیلے بھائی ہیں) ''لیا بنت لبان'' کی وفات کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان کی بہن ''راحیل'' سے نکاح کرلیا، جن سے حضرت یوسف علیہ السلام اور بنیامین پیدا ہوئے، اور ''بلہا'' باندی سے دو اور ''زلفا'' باندی سے دو پیدا ہوئے۔

اس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام کی کل بارہ اولادیں ہوئیں۔ [۳]

---

[۱] وقدمنا فی حدیث أبی هریرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ":إن الكريم ابن الكريم ابن الكريم ابن الكريم يوسف بن يعقوب بن إسحاق بن إبراهيم ."

وذكر أهل الكتاب أن إسحاق لما تزوج "رفقا "بنت بتواييل فی حياة أبيه، كان عمره أربعين سنة، وأنها كانت عاقرا فدعا الله لها فحملت، فولدت غلامين توأمين :أولهما اسمه " عيصو "وهو الذى تسميه العرب "العيص "، وهو والد الروم .والثانی خرج وهو آخذ بعقب أخيه فسموه "يعقوب "وهو إسرائيل الذى ينتسب إليه بنو إسرائيل .قالوا :وكان إسحاق يحب عيصو أكثر من يعقوب ;لانه بكره.وكانت أمهما " رفقا "تحب يعقوب أكثر ;لانه الاصغر.(قصص الانبياء لابنِ كثير ج ۱ ص۲۹۷)

[۲] قيل :ونكح إسحاق رفقا بنت بتويل فولدت له عيصاً ويعقوب توأمين، وإن عيصاً كان أكبرهما، وكان عمر إسحاق لما ولد له ستين سنة، ثمّ نكح عيص بن إسحاق نسمة بنت عمه اسماعيل فولدت له الروم بن عيص، وكلّ بنی الأصفر من ولد، وزعم بعض الناس أنّ اشبان من ولده(قصص الانبياء لابنِ كثير)

[۳] ونكح يعقوب بن إسحاق -وهو اسرائيل -ابنة خاله ليا بنت لبان بن بتويل فولدت له روبيل، وكان أكبر ولده، وشمعون ولاوی ويهوذا وزبالون ولشحر، وقيل ويشحر، ثمّ توفّيت ليا فتزوج أختها راحيل فولدت له يوسف وبنيامين، وهو بالعربية شداد، وولد له من سرِّيتين أربعة نفر :دان ونفتالی وجاد واشر، وكان ليعقوب اثنا عشر رجلاً.(الكامل فی التاريخ ج ۱ ص ۱۴)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دونوں بیٹوں کو زمین کے الگ الگ خطوں میں بسانا

اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہلے ہی بتادیا تھا آپ کے یہ دونوں بیٹے بڑے بابرکت ہونگے ، اور بڑی بڑی قوموں کے جدِ اعلیٰ ہونگے ، اوران کی اولاد کی کثرت گنی نہ جائے گی ، اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی زندگی ہی میں اللہ تعالیٰ کے حکم اور گھر والوں کی درخواست پر ان کے لئے علیٰحدہ علیٰحدہ ملک تقسیم کردیئے تھے۔

شام کا ملک حضرت اسحاق علیہ السلام کو دیا، کیونکہ بابل (عراق) اس کے مشرق میں تھا، جہاں ان کے ننھیال تھے، اورعرب کا ملک حضرت اسماعیل علیہ السلام کو دیا، کیونکہ مصراس کے مغرب میں تھا، جہاں ان کے ننھیال تھے۔

اس طرح دونوں بھائیوں کو اپنے ننھیال سے جوان کے سسرال بھی تھے، قریب رہنے کا موقع ملا، اور یہ دونوں خطے جغرافیائی طور پرایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے بھی ہیں، درمیان میں کوئی تیسرا ملک حائل نہیں، اس طرح دونوں بھائی ضرورت پڑنے پرایک دوسرے کی مدد کو بھی پہنچ سکتے تھے۔

حضرت اسحاق علیہ السلام کو نبوت ملنا

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی ہی میں اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحاق علیہ السلام کو نبی بنا کر شام کی طرف بھیجا، اورحضرت اسحاق کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام کو کنعان کی طرف مبعوث فرمایا، اورحضرت اسماعیل علیہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قد تقدم مولد إسحاق عند ذكر أبيه، ثم إن إسحاق تزوج بنت عمه، فولدت له العيص ويعقوب، ويقال ليعقوب إسرائيل، ونكح العيص بنت عمه إسماعيل، ورزق منها جملة أولاد، ونكح يعقوب ليا بنت لابان بن بتويل بن ناحور بن آزروالد إبراهيم الخليل، فولدت لياروبيل وهو أكبر أولاد يعقوب، ثم ولدت شمعون ولاوى ويهود ، ثم تزوج يعقوب عليها أختها راحيل، فولدت له يوسف وبنيامين، وكذلك ولد ليعقوب من سريتيين كانتا له ستة أولاد، فكان بنو يعقوب اثنى عشر رجلاً، هم آباء الأسباط، وأقام إسحاق بالشام حتى توفى وعمره مائة وثمانون سنة، ودفن عند أبيه إبراهيم الخليل صلوات الله عليهما .وأما أسماء آباء الأسباط الاثنى عشر -أولاد يعقوب -فهم :روبيل ثم شمعون ثم لاوى ثم يهوذا ثم يساخر ثم زبولون ثم يوسف ثم بنيامين ثم دان ثم نفتالى ثم كاذ ثم أشار(المختصر فى اخبار البشر ج ا ص ٦)

نكح إسحاق بن إبراهيم رفقا بنت بتويل بن إلياس فولدت له عيص بن إسحاق ويعقوب بن إسحاق يزعمون أنهما كانا توء مين وأن عيصا كان أكبرهما ثم نكح عيص بن إسحاق ابنة عمه بسمة ابنة إسماعيل بن إبراهيم فولدت له الروم بن عيص فكل بنى الأصفر من ولده قال وبعض الناس يزعم أن الأشبان من ولده ولا أدرى أمن ابنة إسماعيل أم لا (تاريخ الطبرى ج ا ص ١٨٩)

السلام کو قبیلہ جرہم کی طرف مبعوث فرمایا، اور حضرت لوط علیہ السلام کو سدوم کی طرف مبعوث فرمایا۔ [۱]

حضرت اسحاق علیہ السلام کی نسل

آپ کی اولاد و نسل میں رومی، یونانی، ارمن اور بنی اسرائیل کے تمام قوم و قبیلے ہیں۔

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کس وسیع پیمانے پر انسانی نسلیں اور قوم و قبیلے آپ کی اولاد میں ہیں، اور آپ کی وساطت سے اولادِ ابراہیم میں ہیں۔ [۲]

اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضرت اسحاق علیہ السلام کی خصوصی نسبت

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

قَالَ نَبِيُّ اللَّهِ دَاوُدُ :يَا رَبِّ ،أَسْمَعُ النَّاسَ يَقُولُونَ :رَبُّ إِسْحَاقَ ، قَالَ :إِنَّ إِسْحَاقَ جَادَ لِي بِنَفْسِهِ (مستدرک حاکم حدیث نمبر ۴۰۴۱)

ترجمہ: حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک دفعہ باری تعالیٰ کے حضور عرض کیا کہ یارب! میں لوگوں کو بہت کثرت سے یہ کہتا ہوا سنتا ہوں کہ وہ آپ کو ربِ اسحاق کہہ کر (دعاء، ذکر وغیرہ کی صورت میں) یاد کرتے ہیں (آپ کے ساتھ ان کی اتنی قولی نسبت معروف ہونے کی کیا وجہ ہے؟) ارشاد ہوا کہ بے شک اسحاق نے اپنی جان مجھ پر فدا کر رکھی تھی (ترجمہ ختم)

حضرت اسحاق علیہ السلام کی وفات

حضرت اسحاق علیہ السلام کی وفات ۱۸۰ سال کی عمر میں ہوئی، اور آپ کے بیٹوں عیص اور یعقوب نے آپ کے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ آپ کی تدفین فرمائی۔ [۳]

---

[۱] ثم أن إسحاق عليه السلام تزوج بنت عمه ربقة بنت تنويل -وكتان إسحاق ضريراً -وولدت له العيص ويعقوب ولم يمت إبراهيم عليه السلام حتى بعث الله إسحاق عليه السلام إلى أرض الشام وبعث يعقوب إلى أرض كنعان وإسماعيل إلى جرهم ولوطاً إلى سدوم فكانوا كلهم أنبياء عل عهد إبراهيم صلوات الله وسلامه عليهم أجمعين وعاش إسحاق مائة وثمانين سنة ومات بالأرض المقدسة ودفن عند أبيه إبراهيم الخليل عليهما السلام(الأنس الجليل بتاريخ القدس والخليللمجير الدين الحنبلى العليمى ج ۱ ص ۶۵)

[۲] ومن ولده الرُّوم ، واليُّونان ، والأرمن ، ومن يجرى مجراهم ، وبنو إسرائيل ، وعاش إسحاق مئة سنة وثمانين سنة ، ومات بالأرض المقدسة ، ودُفن عند أبيه إبراهيم.(جامع الاصول من احاديث الرسول ج ۱۲ ص ۱۱۳)

[۳] ثم مرض إسحاق ومات عن مائة وثمانين سنة :ودفنه ابناه :العيص ويعقوب مع أبيه إبراهيم الخليل فى المغارة التى اشتراها . كما قدمنا.(قصص الانبياء ج ۱ ص ۳۰۵)

طب وصحت

حکیم محمد فیضان

لیچی (CHINFRUIT)

لیچی ہمارے یہاں بہت شوق سے کھایاجانے والاپھل ہے۔یہ باہرسے سرخی مائل سبز دانے داراوراندرسے سفید بہت لذیذاورشیریں ہوتاہے،اس میں گٹھلی لوکاٹ کی طرح کی بیضوی ہوتی ہے۔یہ پیاس کی شدت کوفوراًکم کردیتی ہےاوردل ودماغ کوطاقت دیتی ہے،خون بڑھاتی ہے۔یہ وٹامن سی سے بھرپوراورکم کیلوریزوالاپھل ہے۔اس میں وٹامن سی سنگترے کےمقابلےمیں 40فی صدزیادہ مقدارمیں پایاجاتاہے۔کاپر،پوٹاشیم،ریشہ(فائبر)اوربیٹاکیروٹین بھی پایاجاتاہے۔بلکہ بیٹاکیروٹین گاجرکے مقابلےمیں زیادہ مقدارمیں پائی جاتی ہے۔

لیچی کا آبائی وطن چین ہے،وہاں پراسے پھلوں کابادشاہ کہاجاتاہے۔چین میں اکثریہ دریاؤں کے اورساحل سمندرکےکناروں پرپیداہوتی ہے۔اٹھارہویں صدی میں یہ پھل انڈیالایاگیااورآج کل اس کی کاشت انڈیا،پاکستان،جنوبی ایشیاء،فلپائن،آسٹریلیا،اسرائیل،جنوبی افریقہ،فلوریڈا،اورہوائی میں کی جاتی ہے۔یہ تازہ کےعلاوہ خشک ڈبہ بندبھی ملتی ہے۔لیچی سےجیلی،جام،چٹنی،اورشربت بنائے جاتے ہیں۔

لیچی کوہندی میں لیچواورنباتاتی نامLICHI CHINESIS SONN ہے،اوراس کوانگریزی میں (CHINFRUIT) کہتے ہے۔

اطباکےنزدیک لیچی کامزاج سرد۲وتر۲ہے۔بقول بعض گرم۲تر۲۔

لیچی کے چندفوائداورخواص

لیچی دل کے لئے مفید ہے کیونکہ یہ خون کے اندرتھکے(Blood clots)بننے کےعمل کوروکتی ہے۔خلیوں کی حفاظت کرتی ہے۔اسی لئے لیچی کے استعمال سے ہارٹ اٹیک کا خطرہ 50فیصدتک کم ہوجاتاہے۔یہ جگرکوطاقت دیتی ہےاورآج کل السرکی شکایت بھی بہت لوگوں کوہے یہ السرکےمرض میں فائدہ مندہے۔کھاناہضم کرتی ہے۔صحت کوقائم رکھنےاوروزن کم کرنے میں معاون ہے۔

اس میں سیرشدہ چکنائی،کولسٹرول اورسوڈیم بہت کم مقدارمیں پائے جاتے ہیں۔لیچی کے

جڑ، پتوں اور چھال کا جوشاندہ گلے کے امراض میں مفید ہے۔ لیچی کا روزانہ استعمال کرنا کھانسی کے لئے مفید ہے۔ یہ پیشاب آور ہے۔ لیچی کا استعمال کرنا کینسر کے خطرے کو کم کرتا ہے ،غدود بڑھنے اور رسولی (Tumor) کے لئے مفید ہے۔ چیچک اور دستوں کے مرض میں لیچی کے چھلکے کی چائے بنا کر پلانا مفید ہے۔ انڈیا اور چین میں اسے اعصابی دردوں میں بطور دافع درد اور بچوں کو آنتوں کی بیماریوں میں استعمال کرایا جاتا ہے۔

100 گرام تازہ لیچی میں پائے جانے والے چند غذائی اجزاء کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

کیلوریز	63-64	نمی	80-85%
لحمیات	0.68-1.0 گرام	چکنائی	0.3-0.58 گرام
کاربوہائیڈریٹس	13.31-16.4 گرام	ریشہ (فائبر)	0.23-0.4 گرام
راکھ (ایش)	0.37-0.5 گرام	کیلشیم	8-10 ملی گرام
فاسفورس	30-42 ملی گرام	فولاد	0.4 ملی گرام
سوڈیم	3 ملی گرام	پوٹاشیم	170 ملی گرام
تھائیامین	28 مائیکروگرام	نیکوٹینک ایسڈ	0.4 ملی گرام
رائبوفلیون	0.05 ملی گرام	وٹامن سی	24-60 ملی گرام

(اضافہ واصلاح شدہ پانچواں ایڈیشن)　صفحات:584

ماہِ رمضان کے فضائل واحکام

قرآن وحدیث اور فقہ کی روشنی میں رمضان کے مہینہ کے فضائل واحکام، چاند کے فضائل واحکام، روزے کے فضائل واحکام، سحری کے فضائل واحکام، افطاری کے فضائل واحکام، تراویح کے فضائل واحکام، شبِ قدر کے فضائل واحکام، اعتکاف کے فضائل واحکام، اوران سے متعلق رائج منکرات وبدعات

جملہ موضوعات پر مکمل؛ مدلل اور سیر حاصل بحث

مصنّف: مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران: چاہ سلطان راولپنڈی پاکستان

اخبارِ ادارہ　　　　مولانا محمد امجد حسین

ادارہ کے شب و روز

☐......۲/۹/۱۶/۲۳ کو متعلقہ مساجد میں وعظ و مسائل کی نشستیں منعقد ہوئیں، جمعہ ۹/ رجب کو حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم کی مصروفیت کی وجہ سے مسجد امیر معاویہ میں راقم امجد نے جمعہ پڑھایا، اور مسائل کی نشست میں دینی مسائل کے جوابات دیئے، مسجد نسیم میں مولوی ناصر صاحب نے جمعہ پڑھایا، جمعہ ۱۶/ رجب کو مسجدِ غفران میں مولانا نعمان اللہ نعمانی صاحب دامت برکاتہم نے جمعہ پڑھایا۔

☐......۴/۱۱/۱۸/۲۵/ رجب بروز اتوار بعد عصر ہفتہ وار مجلس ملفوظات منعقد ہوتی رہی۔

☐......۳۰/ جمادی الاخریٰ و ۷/۱۴/۲۱/۲۸/ رجب بعد ظہر طلبۂ کرام کے لئے ہفتہ وار اصلاحی مجلس ہوتی رہی۔

☐......۱۰/ رجب ہفتہ شام کو حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم نے اپنے عزیز جناب نعیم خان صاحب کے بیٹے کا مسنون نکاح پڑھایا۔

☐......۱۰/ رجب ہفتہ مختصر دینی تعلیمات کورس برائے خواتین (سمر کورس) کا مدرسۃ البنات ادارہ غفران میں آغاز ہوا۔

☐......۱۲/ رجب پیر شیخ الحدیث حضرت مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ (مہتمم: جامعہ اسلامیہ، صدر، راولپنڈی) کا انتقال پر ملال ہوا، آپ کا جنازہ اپنے آبائی گاؤں بہبودی (تحصیل حضرو، ضلع اٹک، علاقہ چھچھ) میں ہوا، جنازہ میں اہلِ علم، اکابر علماء، مشاہیر و سیاسی زعماء ملک بھر سے جوق در جوق شریک ہوئے، اور حضرت قاری صاحب کی وفات کو ملی سانحہ قرار دیا، اور آپ کی نصف صدی پر پھیلی ہوئی دینی خدمات کو سراہا، اللہ تعالیٰ حضرت الاستاد قاری صاحب رحمہ اللہ کو کروٹ کروٹ اعلیٰ علیین میں مقام و مستقر عطا فرمائے، پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے، مولانا عبد السلام صاحب، مولوی ابرار حسین ستی صاحب، مولوی طلحہ مدثر اور بندہ امجد نے بھی جنازہ میں شرکت کی۔

☐...... ۱۵/ رجب جمعرات حضرت مولانا نعمان اللہ صاحب نعمانی دامت برکاتہم (مہتمم: جامعہ اشاعت القرآن، دندئی بازار، ضلع بٹگرام) ادارہ میں تشریف لائے، اور رات کو ادارہ میں قیام فرمایا۔

☐...... ۲۵/ رجب اتوار قبل الظہر حضرت مولانا عطاء الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم (خانو خیل، ڈیرہ اسماعیل خان) دار الافتاء تشریف لائے (ہمراہ مدرسہ خالد بن ولید؛ فیض آباد؛ سوہان کے ساتھی تھے، جہاں تعطیلات میں آپ دورہ تفسیر پڑھا رہے ہیں) حضرت مدیر صاحب سے ملاقات و مجالست ہوئی، بعد ظہر واپسی ہوئی۔

☐......یکم شعبان ادارہ کے سالانہ امتحانات کا آغاز ہوا، ۵/ شعبان تک تمام تعلیمی شعبہ جات کے امتحانات مکمل ہو نگے، ان شاء اللہ۔

Idara Ghufran

اخبارِ عالم

ابرار حسین ستی

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم و مفید حالات و واقعات، حادثات و تغیرات

✍ **20 جون 2009ء بمطابق 26 جمادی الثانیہ 1430ھ** : پاکستان: طالبان سے مذاکرات کا وقت گزر گیا، وزیراعظم ✍ انڈیا: طالبان میں علم کم اور جہالت زیادہ ہے، ان کو دیوبند سے منسوب کرنا درست ہیں، افغانستان میں طالبان کی حکومت اسلامی نہیں تھی، مولانا فضل الرحمان سیاسی زیادہ، عالم کم ہیں، سپریم کورٹ اور جمہوریت کو غیر شرعی کہنا جہالت ہے، مہتمم دارالعلوم دیوبند ✍ **21 جون** : پاکستان: زرِتلافی (سبسڈی) ختم، یکم جولائی سے بجلی کی قیمتوں میں 17 فیصد اضافہ ہوگا ✍ پاکستان: تعلیم کے ذریعے پرامن انقلاب کی بنیاد رکھنا چاہتے ہیں، شہباز شریف ✍ **22 جون** : پاکستان: 95 فیصد علاقہ کلیئر، سوات آپریشن ایک ہفتے میں ختم ہوجائے گا، فوجی حکام ✍ پاکستان: اغیار کی امداد سے ملک کی قسمت نہیں بدلی جاسکتی، اگر ایسا ممکن ہوتا تو 42 ارب ڈالر کی بیرونی امداد کے بعد ہماری حالت قطعی مختلف ہوتی، شہباز شریف کا وزیراعلیٰ ہاؤس میں علماء وفد سے گفتگو میں اظہار خیال ✍ **23 جون** : پاکستان: تنخواہوں میں 20 فیصد اضافہ، ایس ایم ایس ٹیکس واپس ✍ پاکستان: عسکریت پسندوں کے بھارتی واسرائیلی ایجنسیوں سے روابط کے ثبوت حکومت کے حوالے ✍ **24 جون** : پاکستان: جنوبی وزیرستان، جنازے پر امریکی حملہ 60 افراد شہید ✍ **25 جون** : پاکستان: حکومت مالاکنڈ کو عسکریت پسندوں سے خالی کرالینے کا اعلان ✍ پاکستان: دہشتگردوں سے رابطوں کے الزام میں فضائیہ کے 6 اہلکاروں کو سزائے موت 57 گرفتار ✍ **26 جون** : پاکستان: قومی اسمبلی 24 کھرب سے زائد کا بجٹ منظور ✍ پاکستان: اتحاد تنظیمات مدارس کی قیادت کی وزیرِ داخلہ سے پہلی باضابطہ ملاقات، وزارتِ داخلہ میں مشترکہ اجلاس ✍ **27 جون** : پاکستان: ہیلی کاپٹر ریفرنس، نواز شریف کے خلاف نیب عدالت کا فیصلہ کالعدم لاہور ہائیکورٹ نے بری کردیا ✍ اٹلی: پاک بھارت وزرائے خارجہ ملاقات مزید رابطوں پر اتفاق ✍ **28 جون** : پاکستان: مدرسہ ریگولیٹری اتھارٹی اگست تک قائم کردی جائے گی، مدارس نے انتہاپسندی کے خلاف تعاون کی پیش کش کردی، وزیر داخلہ ✍ **29 جون** : پاکستان: وزیرستان، راکٹ حملوں میں 14 سیکورٹی اہلکار اور، بمباری سے 8 عسکریت پسند جاں بحق ✍ **30 جون** : پاکستان: منگلا ڈیم کے پاور پلانٹس بند بجلی کا بدترین بحران ✍ **یکم جولائی** : پاکستان: پٹرول 5.92 ڈیزل 6.94 روپے لیٹر مہنگا ✍ **2 جولائی** : پاکستان: وفاقی کابینہ لوڈ شیڈنگ کے فوری خاتمے کی ہدایت ✍ **3 جولائی** : پاکستان: راولپنڈی میں سرکاری بس پر خودکش حملہ 6 جاں بحق 29 زخمی ✍

4 جولائی : پاکستان: فوجی ہیلی کاپٹر گر کر تباہ ،26 جاں بحق ۔ پاکستان: ملک مزید صوبوں کا متحمل نہیں ہوسکتا پنڈورا باکس نہ کھولا جائے، وزیراعظم ۔ پاکستان: رحیم یار خان مسافروں سے بھری بس نہر میں گر گئی ،30 جاں بحق ۔ **5 جولائی** : پاکستان: زرداری، گیلانی، کیانی، ملاقات سیکورٹی صورتِ حال کے حوالے سے اہم فیصلے ۔ پاکستان: رحمٰن ملک نے مدارس کے بارے میں بیان کی تردید کردی ۔ **6 جولائی** پاکستان: شمالی وزیرستان، اورکزئی ایجنسی، بمباری میں 9 عسکریت پسند، فائرنگ سے 3 اہلکار جاں بحق ۔ عوام مؤثر اور فوری انصاف چاہتے ہیں، چیف جسٹس ۔ **7 جولائی** : پاکستان: پی پی پی مجلس عاملہ کا اجلاس، کابینہ میں ردوبدل، آئین سے غیر جمہوری شقیں ختم، ن لیگ سے تعلقات برقرار رکھنے کا فیصلہ ۔ پاکستان: شیخ الحدیث قاری سعید الرحمٰن مہتمم جامعہ اسلامیہ راولپنڈی انتقال فرما گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون، جنازہ میں ہزاروں افراد کی شرکت ۔ **8 جولائی** : پاکستان: سپریم کورٹ کے حکم پر پٹرول 11.60 ڈیزل 9.28 مٹی کا تیل 6.96 روپے سستا ۔ **9 جولائی** : پاکستان: جنوبی وزیرستان امریکی حملوں میں 60 افراد جاں بحق ۔ پاکستان: امن وامان کی صورتحال کے باعث بلدیاتی انتخابات ملتوی، اگست میں ایڈمنسٹریٹر مقرر کرنے کا فیصلہ ۔ **10 جولائی** : پاکستان: صدارتی آرڈیننس کے ذریعے پٹرول میں 11.60 ڈیزل میں 9.28 روپے کا اضافہ، آرڈیننس عدالت میں آیا تو فیصلہ کریں گے، چیف جسٹس ۔ **11 جولائی** : پاکستان: صدارتی آرڈیننس کے خلاف وکلاء کا مختلف شہروں میں عدالتی بائیکاٹ، ٹرانسپورٹروں کی طرف سے ہڑتال کا اعلان ۔ **12 جولائی** : پاکستان: بنیادی حقوق کے منافی ہر قانون عدالت میں چیلنج کیا جاسکتا ہے، چیف جسٹس ۔ **13 جولائی** : پاکستان: ڈرون حملوں کا کوئی فائدہ نہیں، اصل القاعدہ قیادت سرحد پار ہے رحمٰن ملک، اسامہ افغان صوبہ کنڑ میں ہوسکتے ہیں ۔ **14 جولائی** : پاکستان: میاں چنوں گھر میں دھماکہ خیز مواد پھٹ گیا، 21 جاں بحق ۔ **15 جولائی** : پاکستان: نازیبا ایس ایم ایس بھیجنے والوں کے لئے 14 سال تک کی سزا کا اعلان، ماہرین کی سزا پر تنقید ۔ **16 جولائی** : پاکستان: یک طرفہ مطالبات سے مسائل حل نہیں ہوسکتے، پاکستان کا بھارت سے دوٹوک موقف ۔ **17 جولائی** : پاکستان: پاک بھارت وزرائے اعظم ملاقات، جامع مذاکرات دہشتگردی سے الگ رکھنے پر اتفاق ذ پاکستان: 8 ماہ بعد زرداری نواز ملاقات آج ہوگی، صدر ن لیگ کو حکومت میں شمولیت کی دعوت دیں گے ۔ **18 جولائی** : پاکستان: سترہویں ترمیم کا خاتمہ ،نواز شریف نے ٹائم فریم مانگ لیا ۔ پاکستان: نواز شریف طیارہ سازش کیس سے بری ،صدر وزیراعظم کی مبارکباد، بے گناہی ثابت ہوگئی، قائدن لیگ